حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

(ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین)

(سورہ احزاب :آیت 40)

ختم الاولیا کی عبارت کا تجزیہ وتبصرہ

حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

اسم کتاب: حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت

ترتیب: طارق انور مصباحی

اشاعت: ماہ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

مطابق ماہ مارچ ۲۰۲۲ء

تعداد صفحات: نوے (90)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

باب دوم

باب سوم

☆☆☆☆☆

دعائیہ کلمات و قلبی تأثرات

اثر خامہ: پیر طریقت رہبر شریعت نباض قوم وملت مجاہد اہل سنت

حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دام ظلہ الاقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

علامہ طارق انور مصباحی صاحب زید مجدہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔عصر حاضر میں آپ اہل سنت کے ادیب شہیر اور محقق بے نظیر ہیں۔ جہاد بالقلم کے محاذ پر نمایاں طور پر مصروف اور معروف ہیں۔احقاق حق اور ابطال باطل کا جھنڈا اٹھائے قلمی معرکہ آرائیوں میں نہایت متانت اور سنجیدگی سے آگے ہی بڑھتے چلے جارہے ہیں۔نظریاتی اور اعتقادی دنیا میں آپ کی تحقیقات انیقہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

منکرین ختم نبوت کے فرقہ قاسمیہ اور فرقہ قادیانیہ نے اہل سنت کے معروف بزرگ عارف باللہ امام اجل حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م:320ھ/932ء) کی جانب منسوب کتاب ''ختمِ الاولیا'' جو آپ کی وفات حسرت آیات کے ایک ہزار تینتیس سال بعد شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے، کی ایک عبارت سے ایک ایسا مفہوم لے کر امت مسلمہ کو تذبذب میں مبتلا کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے جس سے عقیدۂ ختم نبوت پر زد پڑتی ہے:نعوذ باللہ

فاضل محقق علامہ طارق انور مصباحی زید مجدہ نے پیش نظر کتاب مستطاب ''حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت'' میں نہایت احسن انداز میں دلائل و براہین سے منکرین ختم نبوت کے دجل و فریب کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔آپ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر لاجواب اور بے مثال ہے۔مخالفین سے اس کا جواب محال ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں لکھی گئی یہ کتاب مختصر ہے، لیکن مفید تر اور پر اثر ہے۔

فقیر انہیں اس کاوش پر ہدیہ تبریک اور مبارک باد پیش کرتا ہے۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ بہت خوب: اللھم زد فزد-زندہ باد طارق انور زندہ باد

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے: آمین ثم آمین یا رب العٰلمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین

دعا گو و دعا جو

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

خلیفہ مجاز بریلی شریف

سر پرست اعلیٰ: ماہ نامہ مجلّہ الخاتم انٹرنیشنل و ''ہماری آواز''

مدیر اعلیٰ: الحقیقہ وسہ ماہی مجلّہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انٹرنیشنل)

ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب (پاکستان)

پوسٹ کوڈ نمبر: 43710

17: شعبان المعظم 1443ھ-21: مارچ 2022

(بروز پیر: بوقت 12:37 دوپہر)

☆☆☆☆☆

کلمات تحسین وقبالہ توثیق

ازقلم: محقق شہیر حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی زید علمہ وشرفہ

استاذ: دارالعلوم علیمیہ (جمدا شاہی بستی: یوپی)

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی شفیع المذنبین

وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وشہداء محبتہ اجمعین

کتاب مستطاب ''حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت'' پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اصول تحقیق کا لحاظ رکھتے ہوئے محقق علام، گرامی مرتبت حضرت مولانا طارق انور مصباحی نے ایک اہم مسئلہ پر نہایت محققانہ کلام فرمایا ہے۔

دراصل کچھ دنوں پہلے میرے پاس ایک استفتا آیا تھا جس میں ختم نبوت کے متوارث، متداول اور متواتر مفہوم کے حوالے سے حکیم ترمذی، عارف باللہ، امام اجل محمد بن علی حکیم ترمذی (م 320ھ) کی کتاب ''ختم الاولیا'' سے ایک عبارت نقل کرکے یہ دکھانے کی ناپاک جسارت کی گئی تھی کہ حکیم ترمذی کے یہاں بھی ختم نبوت کا وہی مفہوم ہے جو امام الدیابنہ مولوی محمد قاسم نانوتوی (م 1880ء) اور ملعون مرزا غلام احمد قادیانی (م 1908) اور ان کے اتباع نے مراد لیا ہے۔ استفتا درج ذیل ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ھٰذا میں کہ:

اہل سنت کے ایک عظیم بزرگ حضرت حکیم ترمذی علیہ الرحمہ کی کتاب ''ختم الاولیاء'' کے صفحہ 341 پر مندرجہ ذیل عبارت مرقوم ہے:

(یظن ان خاتم النبیین تاویلہ انہ اخرہم مبعثا فایّ منقبۃ فی ھذا؟ وایّ علم فی ھذا؟ ھذا تاویل البلہ الجہلۃ)

ترجمہ: یہ جو گمان کیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل یہ ہے کہ اپ مبعوث ہونے

کے اعتبار سے اخری نبی ہیں، بَھلا اس میں آپ کی کیا فضیلت وشان ہے؟ اوراس میں کون سی علمی بات ہے؟ یہ تو احمقوں اور جاہلوں کی تاویل ہے۔

دیابنہ اس عبارت کو تحذیرالناس صفحہ 3 کی عبارت کے دفاع میں پیش کرتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت حکیم ترمذی اور نانوتوی کی عبارت یکساں ہے، یا الگ الگ؟ برتقدیرِ ثانی......دونوں میں کیا فرق ہے؟

برتقدیر اول......حسام الحرمین میں جو حکم نانوتوی پر لگایا گیا ہے، وہی حکم حضرت حکیم ترمذی پر لگے گا یا نہیں؟ تشفی بخش جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

العارض: عبدالقادر رضوی (ممبئ)

اس خطرناک سوال کا اگر بروقت جواب نہ دیا جاتا تو اس کے کتنے برے اثرات عوام وخواص پر مرتب ہوتے، اس کا اندازہ قارئین خود لگا سکتے ہیں۔ حکیم ترمذی کی مذکورہ عبارت سے (اگر اس کی نسبت امام موصوف کی طرف صحیح مان لی جائے تو) اس سے دو ظاہری فساد پیدا ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ اس عبارت سے اہل دیوبند اور مرزائیوں سمیت تمام منکرین ختم نبوت کی تائید وتصدیق ہوگی، دوسرے یہ کہ عہد رسالت سے لے عصر حاضر تک کے ان علما کے نظریہ کی صاف تکذیب وتردید ہوگی جو ''خاتم النبیین'' سے ''آخرالانبیا'' کا مفہوم مراد لیتے ہیں، پھر بات اسی نظریہ تک آ کر نہیں رکے گی، بلکہ اہل سنت و جماعت کے دوسرے نظریات بھی شک کے دائرے میں آجائیں گے، اس کے بعد اہل سنت و جماعت کے عقائد ونظریات پر طعن وتنقید اور تشکیک وتکذیب کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

اس استفتا کو دیکھ کر میں خود بھی تشویش میں پڑ گیا کہ اتنی عظیم الشان، جلیل القدر شخصیت جسے امام اہل سنت نے ''عارف باللہ'' اور ''امام اجل'' کہا ہے، وہ یک لخت اس نظریے کا انکار کیسے کر سکتی ہے جو کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، سردست مجھے نبیرۂ حضور صدرالشریعۃ، معروف محقق ومصنف، حضرت مولانا مفتی فیضان المصطفٰی

صاحب قادری کا ایک عربی مضمون اس حوالے سے ملا جو فتاوی حسام الحرمین (عربی ایڈیشن) کے ساتھ بطور ضمیمیہ شامل ہے، جس میں حضرت نے پر زور انداز میں مذکورہ عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کی کوشش فرمائی۔ مضمون مختصر اور ضرورت بھر تھا، اس لیے قدرے تشفی ہوگئی، مگر قلب مضطر ''**هل من مزيد**'' کی صدا لگا رہا تھا، اس لیے محبّ مکرم، متکلم وقت حضرت مولانا طارق انور مصباحی سے رابطہ کیا، بروقت حضرت دیگر کاموں میں مصروف تھے اس لیے اس طرف توجہ نہیں دے پائے، پھر دو تین دن پہلے آپ نے یہ بشارت سنائی کہ اس موضوع پر مستقل رسالہ تیار ہو چکا ہے، مسودہ بھی بھیج دیا، دیکھا، طبیعت باغ باغ ہوگئی، دل کے خدشات دور ہو گئے، کچھ مسائل پر اضطراب تھا، جو آپسی گفتگو سے دفع ہو گیا، میں اس رسالے کی بھرپور تائید کرتے ہوئے اس کے مندرجات سے متفق ہوں۔

حضرت مصباحی صاحب نے بھی اس رسالے میں مذکورہ بالا عبارت کو الحاقی ثابت کیا ہے جس پر عقل ونقل سے مضبوط دلائل بھی پیش فرمائے ہیں، ساتھ ہی حل کی ایک صورت اور بتائی ہے کہ حکیم ترمذی علیہ الرحمہ اکابر اولیا میں سے تھے، اور اولیاے کرام کی زبان سے مخصوص حالات میں کچھ ایسی باتیں صادر ہو جاتی ہیں جن کا ظاہر قابل اعتراض اور شرعی اصولوں سے متصادم ہوتا ہے، ایسی باتوں کو شطحیات سے تعبیر کرتے ہیں، ان اقوال کی مناسب تاویل کی جاتی ہے، جس کی بہت ساری نظیریں موجود ہیں، یہ جواب مجھے بہت پسند آیا، امید کہ قارئین کو بھی پسند آئے۔ بہر حال کافی عرصہ سے چل رہے اس مسئلہ کی کامل تحقیق اس رسالے میں پیش کر کے فاضل محقق نے حق تحقیق ادا کیا ہے جو انہیں کا حق تھا۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے: (آمین)

کمال احمد علیمی نظامی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی: بستی (یوپی)

17: شعبان المعظم 1443 مطابق 21: مارچ 2022

حکیم ترمذی اور کتاب ختم الاولیا

ازقلم: مفکر اسلام حضرت علامہ مفتی محمد شاہد علی مصباحی زید فضلہ (کالپی شریف)

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

ختم الاولیا حضرت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب وہ کتاب ہے جو آپ کی وفات کے ایک ہزار تینتیس سال بعد شائع ہوئی ہے۔ حضرت حکیم ترمذی کی وفات معتبر قول کے مطابق 320 ہجری مطابق 932 عیسوی میں ہوئی اور ''ختم الاولیاء'' کی پہلی اشاعت 1965 عیسوی میں ہوئی ہے۔ اسلاف کرام کے مخطوطات میں الحاق وتحریف ثابت ہے، لہٰذا ختم نبوت سے متعلق ختم الاولیا کی قابل اعتراض عبارت کا تحریف شدہ ہونا بعید نہیں۔ خاص کر صوفیائے کرام کی تحریروں میں الحاق وتحریف کی کثرت ہے۔

مسئلہ تکفیر کے شرائط میں سے ہے کہ قول کی نسبت قائل کی طرف قطعی اور یقینی ہو۔ جب کسی قول کی نسبت قائل کی طرف قطعی اور یقینی نہ ہو تو اس قول کی بنیاد پر قائل پر حکم شرعی عائد نہیں ہوسکتا۔ معترضین پہلے حضرت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز کی طرف اس کتاب اور اس عبارت کی متواتر نسبت ثابت کریں پھر دوسری بات کریں۔

اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضرت علامہ طارق انور مصباحی صاحب قبلہ کو سلامت و باکرامت رکھے کہ آپ نے وہابیہ ودیابنہ کے اعتراض کا دندان شکن جواب اپنے رسالہ: ''حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت'' میں تحریر فرمایا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رسالہ اس مسئلے پر تابوت کی آخری کیل ثابت ہوگا۔

محمد شاہد علی مصباحی

تحریک علماے بندیل کھنڈ

16: شعبان المعظم 1443 مطابق 20: مارچ 2022

مقدمہ

باسمہٖ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ

قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ-۱۸۳۲ء-۱۸۸۰ء) نے ختم نبوت سے متعلق لکھا:

''قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں، تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔

ہاں، اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے''۔

(تحذیر الناس: ص3- دارالکتاب دیوبند)

ختم الاولیا میں مرقوم ہے: (**فان الذی عمی عن خبر هذا-یظن ان خاتم النبیین تأویله انه آخرهم مبعثا-فای منقبة فی هذا وای علم فی هذا-هذا تاویل البله الجهلة**) (ختم الاولیا: ص 341-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ترجمہ: پس جو اس خبر سے بے خبر ہے، وہ سمجھتا ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت کے اعتبار سے تمام نبیوں سے آخر ہیں، پس اس میں کون سی خوبی ہے اور کون سا علم ہے۔ یہ بے وقوف جاہلوں کی تاویل ہے۔

وہابیہ اور دیابنہ کتاب ختم الاولیا کی منقولہ بالا عبارت کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسی عبارت قاسم نانوتوی کی ہے، اسی قسم کی عبارت ختم الاولیا میں بھی مرقوم ہے۔

کتاب تحذیر الناس اور اس کی کفریہ عبارتوں کی نسبت قاسم نانوتوی کی طرف تواتر کے ساتھ ثابت ہے ۔ ۱۲۹۰ھ میں تحذیر الناس کی تالیف ہوئی اور ۱۲۹۱ھ میں تحذیر الناس کی عبارتوں پر حضرت علامہ محمد شاہ پنجابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر دہلی میں قاسم نانوتوی سے مناظرہ فرمایا۔ مناظرہ کے مباحث ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' میں منقول ہیں۔ نانوتوی نے اپنی کتاب یا اپنی عبارتوں کا انکار نہیں کیا، بلکہ اپنی کفریہ عبارتوں کی باطل تاویل کی۔

قاسم نانوتوی نے مناظرۂ عجیبہ میں بھی تحذیر الناس کی کفریہ عبارتوں کی تاویل باطل کی۔ تحذیر الناس اور اس کی کفریہ عبارتوں کی نسبت قاسم نانوتوی کی طرف متواتر ہے۔ دیوبندیوں اور وہابیوں کو بھی تسلیم ہے کہ تحذیر الناس قاسم نانوتوی کی مشہور تصنیف ہے اور اس میں مرقوم کفریہ عبارتیں الحاقی نہیں، بلکہ وہ نانوتوی کی لکھی ہوئی ہیں۔

کتاب ختم الاولیا کے مخطوطہ نسخوں اور مطبوعہ نسخہ کی نسبت حضرت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز کی طرف متواتر نہیں، نیز اس عبارت کے الحاقی ہونے کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ کتاب ختم الاولیا کی زیر بحث عبارت کے الحاقی ہونے کا ایک اہم ثبوت یہ ہے کہ ختم الولایہ کے دیگر مشمولات ومندرجات کے سبب حضرت حکیم ترمذی پر اعتراض ہوا،لیکن ختم نبوت سے متعلق مذکورہ عبارت پر اعتراض منقول نہیں، حالاں کہ یہ عبارت دیگر قابل اعتراض عبارتوں سے زیادہ شنیع ہے۔ اس بارے میں عہد ترمذی میں اعتراض نہ ہونا بھی اس عبارت کے الحاقی ہونے کی دلیل ہے۔ اصحاب علم وفضل ایسی قبیح عبارت سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔

حضرت حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان کی کتاب ختم الولایہ اور علل الشریعہ کی قابل اعتراض عبارتوں کے سبب شہر ترمذ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ متقدمین ومتاخرین تذکرہ نگاروں نے جلاوطنی کا سبب ان کی کتاب ختم الولایہ اور علل الشریعہ کو بتایا ہے۔

ان کی طرف منسوب تفضیل ولی اور ختم ولایت کے نظریات کا ذکر ملتا ہے کہ اہل ترمذ کا

خیال تھا کہ حضرت حکیم ترمذی اولیائے کرام کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں ، اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے خاتم کی طرح حضرات اولیائے کرام کے لیے بھی ایک خاتم مانتے ہیں ،لیکن متقدمین ومتاخرین تاریخ نویسوں نے یہ ذکرنہیں کیا کہ حضرت حکیم ترمذی پرختم نبوت کے جدید معنی کے اختراع کا بھی الزام ہے، حالاں کہ ختم نبوت کا مذکورہ معنی انتہائی قبیح ہے۔ یہ ختم نبوت کے متواتر معنی کی تنقید و تقبیح پر مشتمل ہے۔متواتر معنی کو بےوقوفوں اور جاہلوں کا نظریہ بتایا گیا ہے۔

امام غزالی نے لفظ ''خاتم النبیین'' کی تشریح میں رقم فرمایا:(اِنَّ الْاُمَّۃَ فَھِمَتْ مِنْ ھٰذَا اللَّفْظِ–اَنَّہ اَفْھَمَ عَدَمَ نَبِیٍّ بَعْدَہ اَبَدًا–وَعَدَمَ رَسُوْلٍ بَعْدَہ اَبدًا–وَاَنَّہ لَیْسَ فیہ تَاوِیْلٌ وَلَا تَخْصِیْصٌ–وَمَنْ اَوَّلَہٗ بِتَخْصِیْصٍ کَلَامُہٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْھُذْیَانِ،لَا یُمْنَعُ بِتَکْفِیْرِہ–لِاَنَّہٗ مُکَذِّبٌ بِھٰذَا النَّصِّ الَّذِیْ اَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی اَنَّہ غَیْرُ مُؤَوَّلٍ وَلَا مَخْصُوْصٌ) (الاقتصاد فی الاعتقاد:ص 114-المطبعۃ الادبیہ مصر)

ترجمہ:امت مسلمہ نے اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہی سمجھا کہ وہ بیان کرتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہیں ہوگا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی رسول نہیں ہوگا،اور اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے اور نہ کوئی تخصیص،اور جو اس کو کسی تخصیص کی طرف لے جائے ،اس کا کلام مجنوں کی بکواس ہے۔اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں ،اس لیے کہ وہ اس نص کی تکذیب کرنے والا ہے کہ جس کے بارے میں امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:(اذا لم یعرف الرَّجُلُ اَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر الانبیاء علیہم وعلٰی نبینا السلام،فلیس بمسلم)

(فتاویٰ عالمگیری: جلد دوم:263-مکتبہ شاملہ)

امام ابن نجیم مصری حنفی نے رقم فرمایا:(اذا لم یعرف ان محمدًا صلی اللّٰہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم-لانہ من الضروریات)

(الاشباہ والنظائر: جلد اول:ص 192 -مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جب(کوئی شخص) یہ اعتقاد نہ رکھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں، کیوں کہ یہ(حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نبی آخر الزماں ہونا)ضروریات دین میں سے ہے۔

مشہور کہاوت ہے:''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا''۔دیوبندیوں کو ختم الاولیا میں ایک عبارت نظر آئی،پس ان لوگوں نے اسے مضبوط سہارا سمجھ کر شور مچانا شروع کر دیا،حالاں کہ دیکھنا چاہئے کہ جو بات مرقوم ہے،وہ شرعی اصول وضوابط کے مطابق ہے یا نہیں؟اگر شرعی اصول وقوانین کے خلاف ہے تو قائل کی طرف اس کی نسبت صحیح اور قطعی ہے یا نہیں؟اگر نسبت بھی صحیح اور قطعی ہے تو قائل عام افراد میں سے ہے یا اولیائے کرام میں سے ہے؟

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی ناقابل تاویل عبارتوں کو متشابہات کے قبیل سے شمار کیا جاتا ہے۔ان اقوال سے استدلال نہیں کیا جاتا ہے،نہ ہی ان اقوال پر بحث کی جاتی ہے۔حضرات اولیائے کرام سے بعض اقوال حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں۔ایسے اقوال پر ان سے مواخذہ نہیں ہوتا،نیز حضرات اولیائے کرام کی خاص اصطلاحات ہیں۔ان کے کلمات کو ان کی اصطلاح پر محمول کیا جاتا ہے۔الحاصل اولیائے کرام اور دیگر مومنین کے احکام میں فرق ہے۔جن کی ولایت ثابت ہے،ان کا ایمان بھی ثابت ہے۔

طارق انور مصباحی

17:شعبان المعظم 1443 مطابق 21:مارچ 2022=بروز:دوشنبہ

☆☆☆☆

باب اول

حضرت حکیم ترمذی کا اسلوب بیان

حضرت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز (م۳۲۰ھ-۹۳۲ء) کا شمار اکابر اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی بعض باتیں لوگوں کے لیے ناقابل فہم ہوتی ہیں، کیوں کہ یہ نفوس عالیہ اپنی خاص اصطلاحات کے مطابق کلام فرماتے ہیں، نیز بسا اوقات وہ اپنے مکاشفات بیان فرماتے ہیں جس کے سبب بعض لوگ حیرت زدہ ہوجاتے ہیں، کیوں کہ ان امور کا صریح تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہوتا۔

حضرت داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے صوفیائے کرام کے طبقات کے بیان میں رقم فرمایا:"فرقہ حکیمیہ کا تعلق حضرت ابوعبداللہ بن علی الحکیم ترمذی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ یہ اپنے وقت کے یکتا امام گزرے ہیں اور تمام علوم ظاہری وباطنی میں فرد تھے۔

آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔آپ کا کلام اور طریق عمل ولایت وتصوف کے رنگ میں تھا اور اولیا،کملا،صوفیا کے مراتب کی خاص رعایت رکھتے تھے، اور آپ کے مضامین میں بڑے بڑے عجوبہ مضمون مذکور ہے۔آپ کے اصول میں کشف ابتدائی درجہ میں ہے،اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے دوست بھی دنیا میں ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے برگزیدہ فرمایا ہے،اور ان کی ارادت وخواہشات سب ان سے قطع کر کے اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں اور ان کے دعاوی نفس اور ہوائے دل سب اپنے قبضہ میں لیے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک درجہ پر متمکن کیا ہے،اور ان پر دروازۂ معانی کھول دیا ہے۔

غرضے کہ یہ بحث طویل ہے۔اس کی تشریح کے لیے بہت اصول،اول بیان کرنے ضروری ہیں،تاکہ معلوم ہو کہ وہ کون ہستیاں ہیں۔اب ہم بر سبیل اختصار اس امر کی تحقیق

بیان کرتے ہیں اور اس میں ان کے خلاف اوصاف اور مردان خدا کے بیانات بھی نقل کریں گے: ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اچھی طرح جان لو کہ طریقہ تصوف اور اصول معرفت کی بنیاد تمام ولایت اور اس کے ثبوت پر موقوف ہے، اور تمام مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس امر پر متفق ہیں، لیکن ہر ایک کا طرز بیان علیحدہ علیحدہ ہے۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہ اس کی حقیقت بیان فرمانے میں مخصوص طرز اختیار فرماتے ہیں"۔ (کشف المحجوب مترجم: ص379- مکتبہ شمس وقمر لاہور)

اس کے حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز نے حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ امور کو اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے، تاکہ لوگوں کے لیے قابل فہم ہو سکے۔

آپ نے رقم فرمایا کہ تمام مشائخ طریقت حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اولیائے کرام سے افضل مانتے ہیں۔ (کشف المحجوب مترجم: ص413-416)

حدیث نبوی (ان من عباد اللہ لعبادا یغبطہم الانبیاء والشہداء: الحدیث) نقل کرکے آپ نے اس کی بھی تشریح فرمائی۔ (کشف المحجوب مترجم: ص382-387)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: "اس سے قبل مشائخ کرام نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں (اور وہ میرے پاس تھیں)، مگر میرے ایک عزیز کے ہاتھ وہ گم ہوگئیں۔ اب میں مذہب حکیمیہ کے پیشوا حضرت ابو عبداللہ حکیم ترمذی کے مذہب کو روشنی میں لاتا ہوں، کیوں کہ میرا عقیدہ اس بزرگ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت ہے"۔

(کشف المحجوب مترجم: ص381- مکتبہ شمس وقمر لاہور)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رسالہ: "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں رقم فرمایا: "اولاً صرف سوائمہ دین وعلمائے کاملین کے اسمائے طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اور اس رسالہ کے فصول ومقاصد میں جلوہ گر"۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: ص736- جامعہ نظامیہ لاہور)

اس کے بعد آپ نے اس فہرست میں اٹھائیسویں نمبر پر حکیم ترمذی کا نام رقم فرمایا:

''ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نوراللہ مراقدہم: (۲۷) عالم اہل بیت رسالت حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی وبتول بنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم (۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم:ص 737- جامعہ نظامیہ لاہور)

شہر ترمذ سے حضرت حکیم ترمذی کی جلاوطنی

حضرت حکیم ترمذی (م ۳۲۰ھ-۹۳۲ء) کے بعض کلمات کے سبب اہل ترمذ نے انہیں شہر بدر کر دیا تھا۔حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ:''بدوالشان''میں رقم فرمایا ہے کہ شہر ترمذ کے لوگ انہیں تکلیف دیتے ،اورانہیں بدعت کی طرف منسوب کرتے تھے۔

(بدوالشان مع ختم الاولیا:ص19-21-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

حضرت حکیم ترمذی کی کتاب ختم الولایہ اور علل الشریعہ

ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری (م ۴۱۲ھ) نے اپنی کتاب طبقات الصوفیہ میں حکیم ترمذی کی جانب سے صفائی پیش کی اوران کی جانب سے دفاع کیا اور فرمایا کہ ان کی کتاب ختم الولایہ اور علل الشریعہ میں ان کے بعض کلام سے اہل ترمذ کو غلط فہمی ہوئی۔وہ ولی کو نبی سے افضل نہیں سمجھتے تھے ،لیکن ''ختم الولایہ'' میں ان کی تشریح کے سبب غلط فہمی پیدا ہوگئی۔

متعدد کتابوں میں حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلاوطنی اور حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری کی تاویل وتشریح کا اجمالی ذکر ہے۔بعض کتابوں کی عبارتیں درج ذیل ہیں۔

(1) تذکرۃ الحفاظ (ذہبی)

شمس الدین ذہبی نے لکھا:(**الحکیم الترمذی الامام أبو عبد اللہ محمد**

بن علی بن الحسن بن بشر الزاهد الحافظ المؤذن صاحب التصانیف.

روی عن أبیه وقتیبة بن سعید والحسن بن عمر بن شقیق وصالح بن عبد اللّٰہ الترمذی ویحیی بن موسی خت وعتبة بن عبد اللّٰہ المروزی وعباد بن یعقوب الرواجنی وطبقتھم وعنی بھذا الشأن ورحل فیه.

روی عنه یحیی بن منصور القاضی والحسن بن علی وعلماء نیسابور فإنه قدمھا فی سنة خمس وثمانین ومائتین .

قال السلمی نفوہ من ترمذ بسبب تألیفه کتاب ختم الولایة وکتاب علل الشریعة وقالوا: زعم ان للاولیاء خاتما وانه یفضل الولایة واحتج بقوله علیه السلام یغبطھم النبیون والشھداء-وقال لو لم یکونوا أفضل لما غبطوھم-فجاء الٰی بلخ فأکرموہ لموافقته إیاھم فی المذھب-قلت عاش نحوا من ثمانین) (تذکرۃ الحفاظ: جلد دوم: ص645-مکتبہ شاملہ)

حضرت ابوعبد الرحمٰن سلمی نیشاپوری نے فرمایا کہ حضرت حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ختم الولایہ اور علل الشریعہ کی تصنیف کے سبب ان کو شہر ترمذ سے جلا وطن کر دیا گیا۔لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت حکیم ترمذی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے لیے بھی ایک خاتم مانتے ہیں،یعنی خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی طرح ایک خاتم الاولیا مانتے ہیں اور ولایت کو نبوت پر ترجیح دیتے ہیں۔وہ ترمذ سے شہر بدر کیے جانے کے بعد بلخ آ گئے۔اہل بلخ نے ان کے ساتھ اعزاز واکرام کا سلوک کیا۔

(2)طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (سبکی)

امام تاج الدین سبکی شافعی نے رقم فرمایا:(محمد بن علی بن الحسن بن بشر

الـمحدث الزاهد أبو عبد اللّٰه الحكيم الترمذى،الصوفى صاحب التصانيف -سـمـع الكثير من الحديث بخراسان والعراق وحدث عن أبيه وعن قتيبة بـن سـعيـد وصالح بن عبد الله الترمذى وصالح بن محمد الترمذى وعلى بن حجر السعدى ويعقوب الدورقى وسفيان بن وكيع وغيرهم.

روى عـنـه يـحيـى بن منصور القاضى وغيره من علماء نيسابور فإنه حـدث بهـا فـى سـنة خـمـس وثمانين ومائتين لقى الحكيم أبو عبد الله أبا تراب النخشبى وصحب يحيى بن الجلاء

قال أبو عبد الرحمن السلمى:نفوه من ترمذ وأخرجوه منها وشهدوا عـليـه بـالـكـفـر-وذلک بسبـب تصنيفه كتاب ختم الولاية وكتاب علل الشـريـعة وقـالـوا:إنـه يـقـول إن للأولياء خاتما كما أن للأنبياء خاتما وإنه يـفـضـل الـولاية عـلـى الـنبـوـة واحـتـج بقوله عليه السلام:يغبطهم النبيون والشهداء-وقال:لولم يكونوا أفضل منهم لم يغبطوهم.

فجاء إلى بلخ فقبلوه بسبب موافقته إياهم على المذهب

ثم اعتذر السلمى عنه ببعد فهم الفاهمين

قـلـت:ولعل الأمر كما زعم السلمى وإلا فما نظن بمسلم أنه يفضل بشـرا غيـر الأنبيـاء عـليهـم السـلام عـلى الأنبياء-ومن تصانيف الترمذى كتـاب الـفـروق لا بـأس بـه،بـل ليـس فـى بابه مثله يفرق فيه بين المداراة والـمداهنة والمحاجة والمجادلة والمناظرة والمغالبة والانتصار والانتقام وهـلـم جـرا مـن أمـور متـقـاربة المعنى-وله أيضًا كتاب غرس الموحدين وكتاب عود الأمور وكتاب المناهى وكتاب شرح الصلاة)

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: جلد دوم:ص 245 - مکتبہ شاملہ)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری نے فرمایا کہ اہل ترمذ نے حضرت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز کو شہر بدر کردیا اور کتاب ختم الولایہ اور کتاب علل الشریعہ کی تصنیف کے سبب ان پر حکم کفر عائد کیا۔لوگوں کا خیال تھا کہ وہ خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات کی طرح ایک خاتم الاولیا مانتے ہیں اور ولایت کو نبوت پر ترجیح دیتے ہیں ، اور حدیث نبوی (یغبطہم النبیون والشہداء) سے استدلال کرتے ہیں ۔جلا وطنی کے بعد وہ بلخ آ گئے ۔ باشندگان بلخ نے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا، کیوں کہ اہل بلخ بھی ان کے ہم خیال تھے۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری نے اہل ترمذ کی جانب سے یہ عذر پیش کیا کہ باشندگان ترمذ کو حضرت حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے غلط فہمی ہوئی ۔وہ ولی کو نبی سے افضل نہیں مانتے تھے۔امام تاج الدین سبکی شافعی نے بھی فرمایا کہ امید ہے کہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری نے فرمایا، کیوں کہ ہم یہ گمان نہیں کر سکتے کہ کوئی مسلمان غیر انبیا کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مان سکتا ہے۔

(3) سیر اعلام النبلا (ذہبی)

شمس الدین ذہبی نے لکھا: (**الحکیم: الامام،الحافظ،العارف، الزاھد،أبو عبد اللّٰہ،محمد بن علی بن الحسن بن بشر: الحکیم الترمذی.**

حدث عن: أبیہ، وقتیبۃ بن سعید، وعلی بن حجر،وصالح بن عبد اللّٰہ الترمذی،وعتبۃ بن عبد اللّٰہ المروزی،ویحیی خت،وسفیان بن وکیع، وعباد بن یعقوب الرواجنی وطبقتہم.

وکان ذا رحلۃ ومعرفۃ، ولہ مصنفات وفضائل.

حدث عنہ:یحیی بن منصور القاضی، والحسن بن علی، وغیرھما

من مشايخ نيسابور،فإنه قدمها وحدث بها فى سنة خمس وثمانين ومئتين.

وقد لقى أبا تراب النخشبى، وصحب أحمد بن خضرويه،ويحيى ابن الجلاء.

وله حكم ومواعظ وجلالة،لولا هفوة بدت منه.

ومن كلامه:ليس فى الدنيا حمل أثقل من البر،فمن برك،فقد أوثقك،ومن جفاك فقد أطلقك.

وقال: كفى بالمرء عيبا أن يسره ما يضره.

وقال:من جهل أوصاف العبودية، فهو بنعوت أوصاف الربانية أجهل

وقال:صلاح خمسة فى خمسة:صلاح الصبى فى المكت،وصلاح الفتى فى العلم،وصلاح الكهل فى المسجد،وصلاح المرأة فى البيت، وصلاح المؤذى فى السجن .

وسئل عن الخلق: فقال:ضعف ظاهرودعوى عريضة.

قال أبو عبد الرحمن السلمى:أخرجوا الحكيم من ترمذ،وشهدوا عليه بالكفر–وذلك بسبب تصنيفه كتاب:"ختم الولاية"وكتاب"علل الشريعة"–وقالوا: إنه يقول:إن للاولياء خاتما كالانبياء لهم خاتم.

وإنه يفضل الولاية على النبوة،واحتج بحديث:

" يغبطهم النبيون والشهداء"..

فقدم بلخ،فقبلوه لموافقته لهم فى المذهب.

وذكره ابن النجار،فوهم فى قوله:روى عنه على بن محمد بن ينال العكبرى–فإن ابن ينال إنما سمع من محمد الترمذى،شيخ حدثهم فى سنة

ثمان عشرة وثلاث مئة.

قال السلمی:حدثنا علی بن بندار الصيرفی، سمعت أحمد بن عيسى الجوزجانی،سمعت محمد بن علی الترمذی يقول:ما صنفت شيئا عن تدبير–ولا لان ينسب إلى شیء منه–ولكن كان إذا اشتد علی وقتی كنت أتسلی بمصنفاتی.

وقال السلمی:هجر لتصنيفه كتاب"ختم الولاية"و"علل الشريعة"–وليس فيه ما يوجب ذلک–ولكن لبعد فهمهم عنه.

قلت: كذا تكلم فی السلمی من أجل تأليفه كتاب"حقائق التفسير"–فياليته لم يؤلفه)(سیر اعلام النبلا: جلد13:ص440-442-مکتبہ شاملہ)

منقولہ بالاعبارت کادرج ذیل اقتباس میں حکیم ترمذی پر اعتراض کا جواب ہے:

(قال السلمی:هجر لتصنيفه كتاب"ختم الولاية"و"علل الشريعة"–وليس فيه ما يوجب ذلک–ولكن لبعد فهمهم عنه)

حضرت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز کی کتاب ختم الولایت اورعلل الشریعت کی وجہ سے ان کوترک کردیا گیااوران کتابوں میں کوئی ایسی بات نہیں جس کے سبب ان کوترک کیا جائے،لیکن بعدفہم کے سبب لوگوں کواعتراض ہوا کہ حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث نبوی (یغبطہم النبیون والشہداء) کے سبب ولایت کونبوت پر فضیلت دیتے ہیں،اور فرماتے ہیں کہ جیسے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایک خاتم ہیں،اسی طرح حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے لیے بھی ایک خاتم ہیں۔

وقالوا:إنه يقول:إن للاولياء خاتما كالانبياء لهم خاتم.

وإنه يفضل الولاية على النبوة،واحتج بحديث:" يغبطهم النبيون

والشهداء''–فقدم بلخ،فقبلوه لموافقته لهم فى المذهب)

(4)لسان المیزان(عسقلانی)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے رقم فرمایا:(محمد بن علی بن الحسن بن بشیر الترمذی المؤذن المعروف بالحکیم أبو عبد اللّٰه.

قال ابن النجار فی ذیل تاریخ بغداد:کان إمامًا من أئمة المسلمین،له المصنفات الکبار فی أصول الدین ومعانی الحدیث،وقد لقی الأئمة الکبار وأخذ عنهم وفی شیوخه کثرة–وله کتاب نوادر الأصول مشهور.

رواه عنه جماعة بخراسان–حدث عن والده وعن قتیبة وعلی بن حجر وأبی عبید وابن أبی السفر وعلی بن خشرم وصالح بن محمد الترمذی ومحمد بن علی الشقیقی وسفیان بن وکیع ویعقوب بن شیبة فی آخرین.

روی عنه أبو الحسن علی بن کرد بن سأل العکبری وأبو الحسین محمد بن محمد بن یعقوب الحجاجی الحافظ النیسابوری وأحمد بن عیسی الجوزجانی ویحیی بن منصور القاضی وأبو علی النیسابوری وجماعة من علماء نیسابوروکان قدم هذا.

ذکره أبو عبد الرحمن فی طبقات الصوفیة قال:له الشان العالی والنعت المشهور–کان یقول:ما وضعت حرفا علی حرف لینقل عنی ولا لینسب الی شیء منه ولکن کنت إذا اشتد علی وقتی اتسلی بمصنفاتی .

قال السلمی:وقیل انه هجر بترمذ فی آخر عمره بسبب تصنیفه کتاب ختم الولایة وعلل الشریعة قال فحمل الی بلخ فاکرموه لموافقته لهم فی المذهب یعنی الرأی–وبلغنی ان أبا عثمان سئل عنه فقال:تنبؤا عنه

شرا من غير سبب–ومما أنكر عليه أنه كان يفضل الولاية على النبوة ويحتج بحديث يغبط به النبيون قال:لو لم يكونوا أفضل لما غبطوهم

وذكره أبو القاسم القشيرى فى الرسالة يحكى بهاتين الكتابين عن السلمى قال: كان من كبار الشيوخ وله تصنيف فى علوم القوم.

وذكره القاضى كمال الدين بن العديم صاحب تاريخ حلب فى جزء له سماه:الملحة فى الرد على أبى طلحة–قال فيه:وهذا الحكيم الترمذى لم يكن من أهل الحديث ولا رواية له ولا أعلم له تطرقة وصناعة وانما كان فيه الكلام على إشارات الصوفية والطرائق ودعوى الكشف عن الأمور الغامضة والحقائق حتى خرج فى ذلك عن قاعدة الفقهاء واستحق الطعن عليه بذلك والازراء وطعن على أئمة الفقهاء والصوفية وأخرجوه بذلك عن السيرة المرضية وقالوا:انه ادخل فى علم الشريعة ما فارق به الجماعة وملأ كتبه الفظيعة بالأحاديث الموضوعة وحشاها بالأخبار التى ليست بمروية ولا مسموعة وعلل فيها جميع الأمور الشرعية التى لا يعقل معناها بعلل ما اضعفها وما اوهاها.

قلت ولعمرى لقد بالغ بن العديم فى ذلك ولولا أن كلامه يتضمن النقل عن الأئمة انهم طعنوا فيه لما ذكرته.

ولم أقف لهذا الرجل مع جلالته علىٰ ترجمة شافية والله المستعان.

وقد ذكره أبو نعيم فى الحلية فقال:صحب أبا تراب النخشبى ولقى يحيى بن الجلاء وصنف التصانيف الكثيرة فى الحديث وهو مستقيم الطريق تابع للأثر يرد على المرجئة وغيرهم من المخالفين.

وذکر أشیاء من کلامه لم یزد علٰی ذلک سوی سیاق أشیاء من کلامه–منها قوله کفی بالمرء عیبا ان یسره ما یضره ومنها قوله وقد سئل عن الخلق فقال ضعف ظاهر ودعوی عریضة.

ووقع لنا حدیثه فی جزء أبی حامد الشجاعی قال أخبرنا الشیخ المزکی أبو بکر أحمد بن محمد بن أحمد بن عبید اللّٰه قال انا أبو الحسن محمد بن محمد بن العامری انا أبو بکر محمد بن محمد بن یعقوب عن أبی عبد اللّٰه محمد بن علی الحکیم الترمذی انا عبد الواحد أبو یوسف البصری فذکر حدیثا.

وذکره الکلاباذی فی کتابه التعرف فی مذهب التصوف من أئمة المصنفین فی ذلک وعظمه–عاش الٰی حدود العشرین وثلاث مائة–قال :الأنباری المذکورذکر انه سمع منه سنة ثمانی عشرة وثلاث مائة نحوا من تسعین سنة واللّٰه أعلم) (لسان المیز ان: جلدپنجم :ص308-309–مکتبہ شاملہ)

علامہ عسقلانی نے رقم فرمایا کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشا پوری (937-1021ء) نے حضرت حکیم ترمذی کا ذکر اپنی کتاب طبقات الصوفیہ میں فرمایا ہے اوران کا دفاع فرمایا ہے، اورامام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رسالہ قشیریہ میں حکیم ترمذی کا ذکر خیر فرمایا ہے۔

(ذکره أبو عبد الرحمن فی طبقات الصوفیة قال:له الشان العالی والنعت المشهور–کان یقول:ما وضعت حرفا علی حرف لینقل عنی ولا لینسب الی شیء منه ولکن کنت إذا اشتد علی وقتی اتسلی بمصنفاتی .

قال السلمی:وقیل انه هجر بترمذ فی آخر عمره بسبب تصنیفه کتاب ختم الولایة وعلل الشریعة قال فحمل الٰی بلخ فاکرموه لموافقته

لهم فى المذهب يعنى الرأى–وبلغنى ان أبا عثمان سئل عنه فقال:تنبؤا عنه شرا من غير سبب–وما أنكر عليه أنه كان يفضل الولاية على النبوة ويحتج بحديث يغبط به النبيون قال:لو لم يكونوا أفضل لما غبطوهم

وذكره أبو القاسم القشيرى فى الرسالة يحكى بهاتين الكتابين عن السلمى قال: كان من كبار الشيوخ وله تصنيف فى علوم القوم)

(5)الاعلام(زرکلی)

خیرالدین زرکلی نے ترمذ سے شہر بدری کے متعدد اسباب بیان کیے،لیکن ختم نبوت کے جدید مفہوم ایجاد کرنے کا ذکرنہیں کیا، نیز لکھا کہ بعض علمائے کرام نے حکیم ترمذی سے تفضیل ولی کی تہمت کارد کیا،یعنی یہ عقیدہ ان سے ثابت نہیں۔

خیرالدین زرکلی نے لکھا:(الحكيم الترمذى–نحو 320 ه–نحو 932 م)

محمد بن على بن الحسن بن بشر–أبو عبد اللّٰه،الحكيم الترمذى: باحث،صوفى،عالم بالحديث وأصول الدين–من أهل(ترمذ)نفى منها بسبب تصنيفه كتابًا خالف فيه ما عليه أهلها،فشهدوا عليه بالكفر.

وقيل: اتهم باتباع طريقة الصوفية فى الاشارات ودعوى الكشف.

وقيل فضل الولاية على النبوة–ورد بعض العلماء هذه التهمة عنه.

وقيل:كان يقول:للاولياء خاتم كما أن للانبياء خاتما.

وقال السبكى:فجاء إلى بلخ–أى بعد إخراجه من ترمذ(فقبلوه) لموافقته إياهم على المذهب–وأخطأ بعض مؤرخيه من المتأخرين بأن جعل العبارة:جاء إلٰى بلخ(فقتلوه)وهذا لا يتفق مع بقية ما قاله السبكى من موافقتهم إياه على المذهب.

وفـی (لسـان الـمیـزان)أن أهـل تـرمذ هجروه فی آخر عمره لتألیفه کتـاب(ختم الولایة وعلل الشریعة)وأنه حمل إلٰی بلخ فأکرمه أهلها وکان عمره نحو تسعین سنة) (الاعلام للزرکلی: جلد ششم: 227-مکتبہ شاملہ)

زرکلی نے ترمذ سے حکیم ترمذی کے شہر بدر کیے جانے کے متعدد اسباب کا ذکر کیا،لیکن اس میں ختم نبوت کے مسئلہ کا ذکر نہیں۔اگر ختم نبوت والی عبارت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز کی ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کسی نہ کسی کتاب میں آتا۔اسی کتاب یعنی ختم الاولیا کی بظاہر دیگر قابل اعتراض باتوں کا ذکر آتا ہے،لیکن ختم نبوت کے جدید مفہوم کا ذکر متقدمین ومتاخرین میں سے کسی نے نہیں کیا ہے، نیز یہ کتاب حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ہزار سال بعد شائع ہوئی۔نسخہ کی نسبت بھی ان کی طرف متواتر اور قطعی نہیں۔

ختم الاولیا کی دریافت اور اس کی اشاعت

حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قریباً سال 320 ہجری مطابق 932 عیسوی میں ہوئی اور ان کی کتاب ختم الاولیا کی اشاعت ایک ہزار تینتیس سال بعد 1965 میں ہوئی۔

طبع اول کے اخیر میں مرقوم ہے:(انجزت المطبعة الکاثولیکیة فی بیروت طبع هذا الکتاب فی العاشر من شهر حزیران سنة ١٩٦٥)

(ختم الاولیاء:ص 587-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ترجمہ:مطبعہ کاثولیکیہ بیروت نے جون 1965 کی دسویں تاریخ کو اس کتاب کی اشاعت مکمل کی۔

یہ پہلی طباعت ہے۔بعد میں متعدد مطابع نے اسے شائع کیا ہے۔

طبع اول کے مقدمہ میں کتاب کے محقق عثمان اسماعیل یحییٰ نے لکھا:

(مؤلف کتـاب"ختـم الاولیـاء الـذی نقدمه للنشر لاول مرة هو ابو

عبد الله محمد بن علی بن الحسن او الحسین بن بشر الملقب بالحکیم)

(ختم الاولیا:ص3-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ترجمہ: کتاب ختم الاولیا کے مصنف ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسن (یا حسین) بن بشر ملقب بہ حکیم ہیں، جس کتاب کو ہم پہلی بار نشر واشاعت کے لیے پیش کررہے ہیں۔

کتاب کے محقق عثمان اسماعیل یحییٰ کو اس کتاب کے دو نسخے حاصل ہوئے۔ یہ نسخے حضرت حکیم ترمذی یا ان کے تلامذہ کے ہاتھوں لکھے ہوئے نہ تھے۔ محقق کو ایسے شواہد نہ مل سکے کہ جن کی بنیاد پر قطعی طور پر کہا جاسکے کہ یہ رسالہ حضرت حکیم ترمذی کا ہے۔ نسخہ نقل کرنے والوں کا نام بھی معلوم نہ ہوسکا۔ دریافت شدہ نسخوں کے حالات درج ذیل ہے۔

عثمان اسماعیل یحییٰ نے لکھا: **(لیس لدینا الآن مصادر مباشرة من الوجهة التاریخیة تتیح لنااجابة حاسمة عن المسئلة الاولی-اعنی عن صحة نص "ختم الاولیاء" من حیث نسبته الی الحکیم الترمذی-فالمخطوطتان اللذان نملکهاحالیا-وهما الوحیدان فی دور الکتب،ان فی الشرق او فی الغرب بحسب اطلاعنا، کلاهما لیسا بخط المؤلف نفسه ولا بخط احد اتباعه-فهما معا قد نسخا بعد عدة قرون من عصر شیخ ترمذ.**

ولا نعلم علی التحقیق اسم الخطاط الذی کتب کلتا النسختین- المخطوط الاول هو محفوظ فی خزانة جامع الفاتح(اسطنبول) وتاریخ نسخه سنة ٩٣٧ هجریة-والمخطوط الثانی محفوظ فی خزانة ولی الدین (اسطنبول ایضا)وهو بدون تاریخ-ولکن یبدو ان هذه النسخة اقدم من نسخة الفاتح-لانا نجد علی غلاف المجموعة(وهی تحتوی علی طائفة من الکتب والرسائل، کلها للحکیم الترمذی)اقراراً بعدة تملکات لهذا

المجموع اعتقها تملك ثابت عام ٨٨٨ للهجرة فى شعبان.

ومع ذلك فهاتان النسختان الوحيدتان لكتاب"ختم الاولياء" تثيران بعض المشاكل التاريخية الخاصة بنسبة الكتاب الى مؤلفه الاصلى -فمخطوط خزانة الفاتح هو محفوظ ضمن مجموعة من الرسائل والكتب-كلها لابن عربى-والناسخ لهذه المجموعة لا يتردد فى نسبة هذا الكتاب الى ابن عربى نفسه على غلاف المجموع،بهذا العنوان:

"كتاب ختم الولاية(بدل ختم الاولياء)لابن عربى".

وكذلك يلاحظ القارى فى صدر الرسالة نفسها على الهامش هذا العنوان:"كتاب ختم الولاية"-وهو مكتوب بخط مخالف للاصل وبدون نسبة الى مؤلف ما-بيد انا حين نقرأ نص الكتاب نفسه،نجد اسم الحكيم الترمذى ثابتا منذ البدء-"قال الامام ابو عبد الله محمد بن على بن الحسن ابن البشر،الحكيم الترمذى".

وكذلك نجد فى آخر النسخة بقلم الناسخ ذاته،هذا التصريح:

"تم كتاب ختم الاولياء"-وعلى الهامش:"بلغ المقابلة فى ٩ شهر رجب سنة ٩٣٧".

وهكذا تعارضت الاقوال فى نسخة الفاتح من حيث عنوان الكتاب ومن حيث نسبته الى مؤلفه الحقيقى-ولكنى لا اتردد مطلقا فى رفض نسبة الكتاب الى ابن عربى-كما هو ثابت على غلاف المجموع.

اما الاختلاف فى العنوان فالامر فيه سهل لان كلا من هذين العنوانين"ختم الولاية" و"ختم الاولياء"صحح.

ونسخة خزانة ولى الدين خلو من ذكر عنوان الكتاب-فهو غير مذكور-لا فى صدر النص ولا فى آخره ولا على غلاف المجموع-ولكن اسم المؤلف منصوص عليه فى المقدمة-"بسم اللّٰه......الحمد للّٰه......قال الامام ابو عبد اللّٰه محمد بن على الترمذى رحمه اللّٰه".

ولدى مقارنة مخطوط خزانة الفاتح مع مخطوط خزانة ولى الدين، نجد محتواهما واحدا مع فارق يسير فى ضبط بعض الكلمات.

لا اعلم فى الوقت الحاضر اذا كان كتاب"ختم الاولياء"قد ورد له ذكر على لسان الحكيم الترمذى نفسه فى خلال كتبه او رسائله-ولكن قد جاء ذكر هذا الكتاب معزوا الى الترمذى الحكيم فى مصادر متأخرة لدى مؤلفين عديدين-فهو مذكور مثلا فى:

حقائق التفسير للسلمى:

(انظر نسخة الاسكندرية ورقة ١٠٤-مخطوط رقم ١٠١٨ ب)

وكشف المحجوب(للهجويرى: ص ١٧٨ من النص الفارسى)

والفتوحات المكية(لابن عربى ص ١٨٥ مجلد اول وص ٦٩ مجلد ثان)

وعنقاء مغرب(لابن عربى المقدمة)

والجواب المستقيم(لابن عربى المقدمة)

وطبقات الشافعية(للسبكى ص ٢٠ جزء ثان)

وتذكرة الحفاظ(للذهبى ص١٩٧-جزء ثان)

ولسان الميزان(لابن حجر العسقلانى ص ٣٠٨ جزء خامس)

ونفحات الانس(لجامى ص ١٣١)

وحقيقة مذهب الاتحاديين(لابن تيمية ص ١١٥)

وكشف الظنون(لحاجى خليفة ص ٧٠٠ جزء اول-ط-اسطنبول)

والطبقات الكبرى(للشعرانى ص ١٢ جزء ثان)

ولطائف المنن(لابن عطاء اللّٰه الاسكندرى ص٥ ٩ وص١٢٣)

هذا-ونجد فى بعض المصادر التاريخية المتأخرة عن عصر الترمذى جملا منقولة من كتاب ختم الاولياء او فصولا برمتها من ذلك-مثلا طبقات الصوفية للسلمى وبهجة الطائفة للبدليسى والفتوحات المكية والجواب المستقيم لابن عربى-وحين نقارن هذه النصوص المختلفة مع نص ختم الاولياء كما هو محفوظ الان فى مخطوطتى الفاتح وولى الدين،نلاحظ مباشرة موافقة تامة بين هذه النقول والنص الاصلى.

وهذا من شانه ان يرجح لدينا صحة النص التاريخى لنسختى ولى الدين والفاتح بالرغم من انها قد كتبتا بعد عدة اجيال من عصر المؤلف.

اما ما يخص تاريخ تحرير الكتاب والظروف الزمنية او الشخصية الداعية اليه-فلا شىء صريح فى هذا الباب-فنحن لا نجد ذكرا لهذا،لا فى نص الكتاب ذاته ولا فى نصوص اخرى للحكيم الترمذى-نعم،هناك بعض الاشارات الى ذلك-الا انها اشارات عابرة غامضة جائت عرضا فى كلام الشيخ نفسه او فى كلام من كتبوا عنه فمثلا نجد الترمذى فى "ختم الاولياء"حين يذكر اسم يحيى بن معاذ الرازى يؤكد معرفته له من قبل ويتبع ذلك بقوله:"رحمه اللّٰه"-وهذا يفيد ان"ختم الاولياء"قد كتب بعد وفاة شيخ نيسابور اى بعد سنة ٢٥٨ للهجرة.

كـمـا نـجـد ايـضـا فـى"بدو الشان"ان الحكيم الترمذى كان مظنة للريبة وموضع الاتهام من علماء بلده–ولا ريب ان هذا كان بسبب افكاره الخاصة بالنبوة والولاية التى شرحها بتفصيل فى"ختم الاولياء".

(مقدمہ: ختم الاولیا: ص 94-97 –مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

منقولہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ محقق عثمان اسماعیل یحییٰ کے پاس کوئی ایسا یقینی تاریخی ثبوت نہیں جس کے سبب یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کتاب ''ختم الاولیا'' کے جو نسخے حضرت حکیم ترمذی کی طرف منسوب ہیں، یہ حقیقت میں ان کی ہی کتاب ہے۔محقق نے کہا کہ میرے پاس دو مخطوطہ نسخے ہیں۔وہ نہ حکیم ترمذی کے رقم کردہ ہیں، نہ ہی ان کے متبعین کے لکھے ہوئے ہیں، نہ ہی یہ نسخے ان کے زمانے میں تحریر کیے گئے ہیں۔جن لوگوں نے یہ دونوں نسخے لکھے، ان کے نام بھی معلوم نہیں۔ایک نسخہ جامع فاتح (استنبول) کے خزانے میں محفوظ ہے۔اس نسخہ کی کتابت کی تاریخ 937 ہجری ہے۔دوسرا مخطوطہ نسخہ ولی الدین (استنبول) کے خزانے میں محفوظ ہے۔اس میں کوئی تاریخ مرقوم نہیں، لیکن ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جامع فاتح کے نسخہ سے قدیم ہے۔اس نسخہ کے سرورق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ متعدد لوگوں کی ملکیت میں رہا۔سب سے قدیم تاریخ ملکیت 7: شعبان 888 ہجری مرقوم ہے۔

کتاب ختم الاولیا کے صرف یہی دو نسخے پائے جاتے ہیں اور مؤلف کی طرف ان کی نسبت میں کچھ تاریخی اشکال بھی ہے۔جامع فاتح کے مخطوطہ میں یہ کتاب حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے رسائل وکتب کے مجموعہ میں ہے اور اس مجموعہ کو لکھنے والے نے اس کتاب ختم الاولیا کی نسبت حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی طرف کی ہے۔سرورق میں مرقوم ہے: (کتاب ختم الولایۃ لابن عربی)

ختم الاولیا کی جگہ ختم الولایۃ مرقوم ہے۔اسی طرح رسالہ کے شروع میں حاشیہ میں

مرقوم ہے:(کتاب ختم الولایۃ) اور یہاں کسی مؤلف کی طرف اس کی نسبت نہیں کی گئی ہے،لیکن رسالہ کے شروع میں مرقوم ہے:(قال الامام ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن بن بشر، الحکیم الترمذی)،اور حاشیہ کی تحریر نسخہ رقم کرنے والے کی تحریر معلوم نہیں ہوتی۔اسی طرح نسخہ کے اخیر میں نسخہ رقم کرنے والے کی تحریر میں ہے:(تم کتاب ختم الاولیاء)اور حاشیہ میں ہے کہ 9: رجب المرجب 937ہجری کو نسخے کا مقابلہ مکمل ہوا۔

اس طرح جامع فاتح کے نسخہ میں کتاب کے نام اوراس کے مؤلف کی طرف نسبت میں اقوال متعارض ہوگئے ،لیکن کتاب کی نسبت حضرت ابن عربی کی طرف صحیح نہیں، گرچہ سرورق پر حضرت ابن عربی کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہےاور ختم الولایت اور ختم الاولیا دونوں نام صحیح ہیں۔

ولی الدین کے خزانے میں جونسخہ ہے، اس میں کتاب کا نام نہیں، نہ کتاب کے شروع میں، نہ اخیر میں، نہ ہی سرورق پر کتاب کا نام ہے۔لیکن کتاب کے مقدمہ میں حکیم ترمذی کا نام موجود ہے:(بسم اللہ...... والحمد للہ...... قال الامام ابوعبداللہ محمد بن علی الترمذی رحمہ اللہ)دونوں نسخوں کے تقابل سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ دونوں کے مشمولات ومندرجات یکساں ہیں۔محض بعض کلمات میں کچھ فرق ہے۔

محقق نے کہا کہ فی الحال مجھے معلوم نہیں کہ خود حکیم ترمذی نے کتاب ختم الاولیا کا ذکر اپنی کتابوں یارسالوں میں کیا ہو،لیکن بعد کے مؤلفین کی کتابوں میں اس کتاب ختم الاولیا کی نسبت حضرت حکیم ترمذی کی طرف کی گئی ہے، مثلاً ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری کی حقائق التفسیر،حضرت داتا گنج بخش لاہوری کی کتاب کشف المحجوب،حضرت محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ،عنقائے مغرب وجواب مستقیم، امام تاج الدین سبکی کی طبقات الشافعیہ،شمس الدین ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، حافظ ابن حجر عسقلانی کی لسان المیزان ،علامہ جامی کی نفحات

الانس، ابن تیمیہ کی حقیقۃ مذہب الاتحادیین، حاجی خلیفہ کی کشف الظنون، امام شعرانی کی طبقات الکبریٰ، ابن عطاء اللہ اسکندری کی لطائف المنن میں کتاب ختم الاولیا کی نسبت حضرت حکیم ترمذی کی طرف کی گئی ہے۔

محقق نے کہا کہ حضرت حکیم ترمذی کے بعد کی بعض کتابوں میں ان کی کتاب ختم الاولیا کے چند جملے منقول ہیں، یا بعض فصلیں منقول ہیں، مثلاً ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری کی کتاب طبقات الصوفیہ میں اور شیخ ضیاء الدین ابوعمار یاسر بدلیسی کی کتاب بہجۃ الطائفہ، شیخ محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور جواب مستقیم میں منقول ہیں۔ جامع فاتح اور ولی الدین کے مخطوطہ میں بھی اسی قسم کی عبارتیں ہیں۔ اس سے راجح ہوجاتا ہے کہ یہ دونوں نسخے حکیم ترمذی کے زمانے کے بعد رقم کیے گئے ہیں۔

کتاب ختم الاولیا کی تاریخ تصنیف کی صراحت نہیں۔ بعض اشارات سے عہد تصنیف کا کچھ اندازہ ہوتا ہے، مثلاً کتاب ختم الاولیا میں حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کا ذکر ''رحمہ اللہ'' کے ساتھ آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کی وفات کے بعد رقم کی گئی ہے۔ ان کی وفات 258 ہجری میں ہوئی ہے۔ اسی طرح حکیم ترمذی کے رسالہ: ''بدوالشان'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہر ترمذ کے علما کی نگاہ میں آپ متہم تھے۔ اس کا سبب کتاب ختم الاولیا میں نبوت ورسالت سے متعلق رقم کردہ آپ کے خاص نظریات تھے۔

محقق کے بیان سے واضح ہوگیا کہ مخطوطہ نسخوں کی نسبت حضرت حکیم ترمذی کی طرف قطعی اور متواتر نہیں۔ جو دونوں نسخے منقول تھے۔ اس کے کاتب کے نام بھی معلوم نہیں۔ ایسی صورت میں جب کوئی عبارت قابل اعتراض ہو تو اس کی نسبت مؤلف کی طرف کیسے ہو سکتی ہے۔ جب مکمل مخطوطہ کی نسبت ظنی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی نے بعض اصحاب علم کی کتابوں میں ختم الاولیا سے نقل کردہ جملوں اور فصلوں کو یکجا کرکے ایک رسالہ بنا دیا ہو۔ کچھ اپنی

جانب سے اضافہ کردیا ہو۔ بہرحال ایسے غیر یقینی نسخوں میں موجود کسی عبارت کے سبب صاحب کتاب پر شرعی حکم عائد نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عبارت ان کی ہے۔

کتاب ختم الاولیا اور مسئلہ تفضیل اولیا

ختم الاولیا کی بارہویں فصل میں منکرین اولیا کا ذکر ہے۔اسی فصل میں مرقوم ہے:

(ثم هم يروون الاخبار عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ان لله عبادا ليسوا بانبياء ولا شهداء-يغبطهم النبيون والشهداء لمكانهم وقربهم من اللّٰه عزوجل وليتمنين اثنا عشر نبيا انهم كانوا من امتى-ولو اقسمت لبررت ان لا يدخل قبل سابقى امتى الجنة الا بضعة عشر-منهم ابراهيم واسماعيل واسحق ويعقوب ومريم ابنة عمران.

فاذا رأوا هذه الاخبار سمحوا-واذا صاروا الى الاشارات والى المنصوص من الناس جحدوا-فهل هذا الا من الحسد-فصار مثالهم فى هذا كما قال اللّٰه تعالى فى تنزيله:(فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات اللّٰه يجحدون) كانوا يتحدثون فيما بينهم بمبعث نبى يخرج علىٰ دين ابراهيم خليل الرحمٰن صلوات اللّٰه عليه-فلما جائهم محمد صلى الله عليه وسلم جحدوه.

قال له قائل:اليس فى هذه الاخبار ما يدل على تفضيل من دون الانبياء؟

قال:معاذ اللّٰه ان يكون كذلك-فانه ليس لاحد ان يفضل على الانبياء احدا لفضل نبوتهم ومحلهم.

قال(له قائل):هلم فيغبطهم النبيون وليسوا بافضل منهم؟

قال:قد فسره فی الخبر،وذلک"لقربهم ومکانهم من اللّٰه".

(ختم الاولیا:ص394-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

منقولہ بالا اقتباس میں حضرت حکیم ترمذی نے صریح لفظوں میں بیان فرمایا کہ غیر انبیا حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل نہیں،پس واضح ہوگیا کہ حضرت حکیم ترمذی ولی کو نبی سے افضل نہیں مانتے ہیں۔ہاں،ان کی کسی عبارت سے لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی،جیسا کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے بیان فرمایا۔ماقبل میں طبقات الشافعیۃ الکبریٰ،سیر اعلام النبلا اورلسان المیز ان کی نقل کردہ عبارتوں میں اس امر کی تفصیل ہے۔

ختم الاولیا کی درج ذیل عبارت سے واضح ہے کہ آپ دیگراولیائے کرام کوحضرت صدیق اکبروحضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل نہیں مانتے۔

ختم الاولیامیں مرقوم ہے:(قال له قائل :فهذا الذی یصفه بعض الناس:ان الولی لا یری،وانه فی قباء اللّٰه تعالی وانه مبرقع فی برقع اللّٰه تعالی وانه یأکل الحشیش ولا یری من امر الدنیا الا ما یستره وانه لا یکلم احدا ویحسب فی نفسه انه شر علی الخلق ویمقت نفسه)

(ختم الاولیا:ص363-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ایک شخص نے ولی کی مذکورہ بالا صفات بیان کی تھی کہ ولی حجاب الٰہی میں پوشیدہ اورمستورہوتے ہیں،وہ نظرنہیں آتے ہیں۔آپ نے اس کا طویل جواب بیان فرمایا:

ختم الاولیامیں قول مذکور کے جواب میں مرقوم ہے:(ولو کان کما وصف من شان الولی،لکان له الفضل علی الصدیق والفاروق فنعوذ باللّٰه ان یکون کما وصف من شان الولی وصفة الاولیاء-وهذا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم رأس الاولیاء-وبعده الصدیق رضی اللّٰه تعالی عنه وبعده

الفاروق رضی اللّٰہ عنہ–فهل كان احد منهم غامضا فی الناس)

(ختم الاولیا:ص 364 –مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ترجمہ: اگر ولی کی وہ صفت ہو جو اس شخص نے ولی کی صفت بیان کی، تب تو ولی کی فضیلت حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ثابت ہو جائے گی، اور ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں اس سے کہ ولی ایسے ہوں جیسا کہ اس شخص نے ولی کی حالت وصفت بیان کی۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولیائے کرام کے سردار ہیں اور (امت محمدیہ میں) ان کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو کیا ان میں سے کوئی لوگوں میں مستور و پوشیدہ تھے؟

منقولہ بالا اقتباس میں دیگر اولیائے امت کو حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل تسلیم نہیں کیا گیا، پھر حضرت حکیم ترمذی اولیائے کرام کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل کیسے قرار دے سکتے ہیں۔ لوگوں کو ان کی مشکل عبارتوں کے سبب غلط فہمی ہوئی، اور انہیں شہر ترمذ سے جلاوطن کر دیا گیا۔

کتاب ختم الاولیا اور مسئلہ ختم نبوت

ختم الاولیا کی فصل ثامن میں مرقوم ہے: (فان الذی عمی عن خبر هذا–يظن ان خاتم النبيين تأويله انه آخرهم مبعثا–فای منقبة فی هذا وای علم فی هذا–هذا تاويل البله الجهلة) (ختم الاولیا:ص 341 –مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ترجمہ: پس جو اس خبر سے بے خبر ہے، وہ سمجھتا ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت کے اعتبار سے تمام نبیوں سے آخر ہیں، پس اس میں کون سی خوبی ہے اور کون سا علم ہے۔ یہ بے وقوف جاہلوں کی تاویل ہے۔

منقولہ بالا عبارت کے الحاقی ہونے کی سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ اس عبارت کے

بعد متصل پیراگراف میں آخر میں مبعوث ہونے کو فضیلت شمار کیا گیا۔مسجد اقصیٰ میں ہر نبی علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتوں کا ذکر فرمایا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خاتم وفاتح بنایا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ تمام نبیوں سے افضل قرار پائے۔قول ابراہیمی سے واضح ہے کہ آخری نبی ہونا وجہ فضیلت ہے۔حکیم ترمذی نے اسے نقل کیا ، پھر وہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بعثت کے اعتبار سے آخری نبی ہونا وجہ فضیلت نہیں ۔اسی طرح قابل اعتراض عبارت سے چند سطور قبل کی عبارت میں بھی بعثت کے اعتبار سے آخری نبی ہونے کو وجہ فضیلت شمار کیا گیا ہے۔

ختم الاولیا میں زیر بحث عبارت سے متصل مرقوم ہے:(**فان الذی عمی عن خبر هذا–یظن ان خاتم النبیین تأویله انه آخرهم مبعثا–فای منقبة فی هذا وای علم فی هذا–هذا تاویل البله الجهلة.**

وقرأ العامة''خاتَم''بفتح التاء–واما من قرأ من السلف بکسر التاء فانما تأویله انه''خاتِم''علی معنی فاعل–ای انه ختم النبوة بالذی اعطی من الختم–ومما یحقق ذلک ما روی فی حدیث المعراج من حدیث ابی جعفر الرازی عن الربیع بن ابی العالیة فیما یذکر من مجتمع الانبیاء فی المسجد الاقصی:فیذکر کل نبی منة اللّٰه علیه–فکان من قول رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال:''وجعلنی خاتما وفاتحا''–فقال ابراهیم علیه السلام:''بهذا فضلکم محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم)

(ختم الاولیا:ص341-342-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ترجمہ: پس جو اس خبر سے بے خبر ہے، وہ سمجھتا ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت کے اعتبار سے تمام نبیوں سے آخر ہیں، پس اس میں کون سی خوبی ہے اور کون سا علم ہے۔ یہ بے وقوف جاہلوں کی تاویل ہے۔

جمہور علمائے کرام نے ''خاتم'' کو تا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا، اور لیکن اسلاف کرام میں سے جنہوں نے تا کے کسرہ سے پڑھا تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم ہیں فاعل کے معنی میں، یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبوت کو ختم کیا اس کے ذریعہ جو مہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا، اور جس سے یہ معنی ثابت ہوتا ہے، وہ ہے جو معراج کی حدیث میں ابو جعفر رازی عن ربیع بن عالیہ سے حدیث مروی ہے جس میں مسجد اقصیٰ میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کا ذکر ہے، پس ہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کو بیان فرماتے ہیں، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان تھا کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے خاتم وفاتح بنایا''۔ پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسی سبب سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ تمام سے افضل قرار پائے۔

مندرجہ ذیل عبارت میں ہے کہ گویا حشر کے دن اللہ تعالیٰ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے خطاب فرمائے گا۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح فرمائے گا اور اس میں پہلی بات یہی بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری زمانہ میں جلوہ گر ہوئے۔ جب یہ بات مقام مدح میں بیان کی گئی ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ آخری نبی ہونا بھی وجہ فضیلت ومنقبت ہے۔

ختم الاولیا میں زیر بحث عبارت سے چند سطر قبل اُمر قوم ہے: (**واما الحجة فكأنه يقول للانبياء عليهم السلام: معاشر الانبياء! هذا محمد جاء فى آخر الزمان ضعيف البدن ضعيف القوة ضعيف المعاش قليل العمر اتى بما قد**

ترون من صدق العبودة وغزارة المعرفة والعلم-وانتم فی قواکم واعمارکم وابدانکم لم تأتوا بما أتی-ویکشف اذ الغطاء عن الختم فینقطع الکلام وتصیر الحجة علی جمیع خلقه لان الشیء المختوم محروس وکذلک تدبیر الله تعالی لنا فی هذه الدنیا-انه اذا وجد الشیء بختمه زال الشک وانقطع الخصام فیما بین الآدمیین)

(ختم الاولیا:ص 341-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ختم الاولیا کی زیر بحث عبارت کے الحاقی ہونے کا یہ بھی اہم ثبوت ہے کہ ختم الولایہ کے دیگر مشمولات کے سبب حضرت حکیم ترمذی پر اعتراض ہوا،لیکن ختم نبوت سے متعلق مذکورہ عبارت پر اعتراض منقول نہیں،حالاں کہ یہ عبارت دیگر قابل اعتراض عبارتوں سے زیادہ شنیع ہے۔اس بارے میں عہد ترمذی میں اعتراض نہ ہونا بھی اس عبارت کے الحاقی ہونے کی دلیل ہے۔اصحاب علم وفضل ایسی قبیح عبارت سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔

حضرت حکیم ترمذی ختم زمانی کے قائل

حضرت حکیم ترمذی قدس سرہ العزیز ختم زمانی کے قائل اور معتقد ہیں،بلکہ ان کی طرف منسوب اس کتاب کا موضوع ہی یہ ہے کہ جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں،اور خاتم الانبیا ہیں،اسی طرح آخری زمانے میں ایک خاتم الاولیا ہوں گے۔خاتم الاولیا کے نظریہ پر شہر ترمذ کے لوگوں کا اعتراض ہوا،کیوں کہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے،اور لوگوں کو یہ بھی غلط فہمی ہوئی کہ آپ اولیائے کرام کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں،حالاں کہ ماقبل میں عبارت نقل کی گئی کہ آپ نے اسی کتاب میں صریح لفظوں میں اس نظریہ کا انکار فرمایا ہے۔

ختم الاولیا میں مرقوم ہے:(ا ولیس کائن فی الزمان من له ختم الولایة-

وھو حجة اللّٰہ علیٰ جمیع الاولیاء یوم الموقف-کما ان محمدًا صلی اللّٰہ علیہ وسلم آخر الانبیاء-فاعطی ختم النبوۃ فھو حجة اللّٰہ تعالیٰ علیٰ جمیع الانبیاء-فکذلک ھذا الولی الذی ھو آخر الاولیاء فی آخر الزمان)

(ختم الاولیا:ص 341-342-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

ترجمہ: کیا زمانے میں وہ نہیں ہیں جن کے لیے ختم ولایت ہے،اوروہ قیامت کے دن تمام اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان پر حجت ہیں،جیسا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں،پس انہیں ختم نبوت عطا کیا گیاتو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پراللہ تعالیٰ کی حجت ہیں،پس اسی طرح یہ ولی (حجت) ہیں جوآخری زمانے میں آخری ولی ہیں۔

منقولہ بالا عبارت میں صریح لفظوں میں اس بات کا بیان ہے کہ جس طرح آخری زمانے میں آخری رسول کی بعثت ہوئی،اسی طرح آخری زمانے میں آخری ولی ہوں گے۔ ،پس منقولہ بالاعبارت میں ختم زمانی کا صریح اقرار ہے۔آخری نبی کو جملہ انبیائے کرام کے حق میں حجت تسلیم فرمایا،اسی طرح آخری ولی کو جملہ اولیائے کرام کے حق میں حجت مانا، پس ختم زمانی کووصف مدح اورخوبی تسلیم فرمایا۔ایسی صورت میں فصل ثامن کی قابل اعتراض عبارت کا الحاقی ہونا واضح ہوجاتا ہے، نیز اس نسخہ کی نسبت بھی حکیم ترمذی کی طرف قطعی اور متواتر نہیں،لہٰذااس عبارت سے دیابنہ ،وہابیہ کا استدلال عندالشرع قابل قبول نہیں۔

جب اصول وضوابط کی روشنی میں کوئی بات غلط ثابت ہوجائے تواس سے توبہ ورجوع کیا جائے۔تاویل کی جہاں گنجائش نہ ہو، بلاوجہ وہاں تاویل باطل کا سہارالےکراپنی آخرت بربادکرنا عقل مندوں کا شیوہ نہیں۔خاص کرقوم کے مقتداوپیشوا کو پھونک پھونک کرقدم رکھنا چاہئے،کیوں کہ ان کی غلط روش کے سبب بہت سے لوگ گمرہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

باب دوم

حضرات اولیائے کرام کے اقوال وافعال

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے بعض اقوال وافعال حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں۔ایسے احوال واقوال سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ان کے مکاشفات بھی دوسروں کے حق میں دلیل نہیں۔اسی طرح حالت صحو کے ناقابل تاویل اقوال کو مثل متشابہ تسلیم کیا جاتا ہےاورایسے اقوال کا نہ اتباع کیا جاتا ہے،نہ ہی ان اقوال کوبطوردلیل پیش کیا جاتا ہے۔عوام مسلمین ایسے بعض اقوال واحوال کے سبب غلط فہمی کے شکار ہو جاتے ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:" فقیر کا رسالہ: مقالہ العرفاء باعزاز شرع وعلماء(۱۳۲۷ھ) ملاحظہ ہو۔اکابراولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات کثیرہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے،اورشریعت مطہرہ پرکوئی چیز حجت نہیں۔ حضرات اولیا جن کی ولایت ثابت ومحقق ہے،ان سے جوقول یافعل یا حال ایسا منقول ہو کہ بظاہرخلاف شرع مطہر ہو۔

اولاً: اگر وہ سند صحیح واجب الاعتماد سے ثابت نہیں، ناقل پر مردود ہے،اوردامن اولیا اس سے پاک، بلکہ اولیا تو اولیا، حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ نے احیا شریف میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک ثبوت کامل نہ ہو۔

(لا تجوز نسبة مسلم الٰی کبیرة من غیر تحقیق-نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذٰلک ثبت متواترا-فلا یجوز ان یرمی مسلم

بفسق و کفر من غیر تحقیق)

(بغیر تحقیق کیے کسی مسلمان کی کبیرہ گناہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں، لیکن ہاں یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ ابن ملجم نے جناب علی (کرم اللہ وجہہ) کو شہید کیا، اس لیے کہ یہ تواتر سے ثابت ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو فسق اور کفر کی تحقیق کیے بغیر تہمت لگانا جائز نہیں۔ت)

اور یہ تواتر نہیں کہ کوئی نسخہ کسی کی طرف منسوب کسی الماری میں ملا، چھاپے نے اسے چھاپ کر شائع کر دیا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی مجہول ناشناختہ بازار میں کوئی بات منہ سے نکالے اور اسے ہزار آدمی سنیں اور نقل کریں۔ ناقل ہزار نہیں لاکھ سہی، منتہائے سند تو ایک فرد مجہول ہے تو تواتر درکنار، صحت ہی نہیں۔ آج کل حضرات اولیائے کرام کے نام سے بہت کتابیں نظم ونثر ایسی شائع ہو رہی ہیں:

ع/ پس بہر دستے نباید داد دست

(لہٰذا ہر ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا نہ چاہیے۔ت)

یہ چال بعض علما کے ساتھ بھی چلی گئی ہے۔ ایک کتاب عقائد امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے چھپی، جس سے وہ ایسے ہی بری ہیں جیسا اس کا مفتری حیا و دیانت سے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتابوں میں وہابی کشش دفتر دیکھ کر کسی وہابی نے ان کے نام سے ایک کتاب گھڑی اور چھاپی گئی ہے۔

ثانیاً: اگر بہ ثبوت معتمد ثابت ہو، اور گنجائش تاویل رکھتا ہے، تاویل واجب اور مخالفت مندفع۔ اولیا کی شان تو ارفع، ہر مسلمان سنی کے کلام میں تاحد امکان تاویل لازم۔

امام علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ، القدسی حدیقۃ ندیہ میں فرماتے ہیں:

(قال الامام النووی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی ادب العلم والتعلم من مقدمۃ شرح المھذب: یجب علی الطالب ان یحمل اخوانہ علی المحامل

الحنسة فی کلام یفهم منه نقص الٰی سبعین محملا ثم قال: لا یعجز عن ذٰلک الاکل قلیل التوفیق.

(امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرح مہذب کے مقدمہ "آداب العلم والمتعلم" میں ارشاد فرمایا: طالب پر واجب ہے کہ اپنے بھائیوں کے کلام کو اچھے محمل پر حمل کرے، کسی ایسے کلام میں کہ جس میں نقص سمجھا جائے، لہٰذا اس کے لیے ستر تک محمل تلاش کرے، پھر ارشاد فرمایا کہ اس سے عاجز نہیں ہوتا، مگر ہر ایسا شخص کہ جس کو کم توفیق عنایت کی گئی۔ت)

ثالثا: اگر تاویل ناممکن، مگر محتمل ہو کہ وہ کلام ان کے مناسب رفیعہ ولایت وامامت تک پہنچنے سے پہلے کا ہے تو اسی پر حمل کریں گے، اور نہ اس سے استناد جائز، نہ ان پر اعتراض۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ، میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

(یحتمل ان من خطأ غیر من الائمة انما وقع ذٰلک منه قبل بلوغه مقام الکشف کما یقع فیه کثیر ممن ینقل کلام الائمة من غیر ذوق فلا یفرق بین ما قاله العالم ایام بدایته وتوسطه ولا بینه ما قاله ایام نهایته)

(جن لوگوں نے ائمہ کرام کو (ان کے بعض نظریات کی وجہ سے) انھیں خطا کار ٹھہرایا ہے، احتمال ہے کہ یہ ان سے (درجہ عالیہ) مقام کشف تک ان کی رسائی سے پہلے صادر ہوئے ہوں جیسا کہ بہت سے بے ذوق حضرات جب ائمہ کرام کا کلام نقل کرتے ہیں تو وہ اس خطا میں پڑ جاتے ہیں، لہٰذا عالم نے ابتدائی اور درمیانی دور اور آخری ایام میں جو کچھ فرمایا ہے، یہ لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کر سکتے۔ت)

رابعاً: یہ بھی ناممکن ہو تو جن کی ولایت وامامت ثابت ومتحقق ہے، ان کے ایسے فعل کو افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیل سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ ان

پر طعن کریں، نہ اس سے بحث، اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: (واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ)

(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے متشابہ کلام کی پیروی کرتے ہیں۔ت)

متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں ہیں، یونہی ان کے اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں۔ کما افادہ امام الطریقۃ لسان الحقیقۃ سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ طریقت کے امام، حقیقت کی زبان، میرے آقا، دین و ملت کو زندگی بخشنے والے شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افادہ فرمایا۔ت)

یہ ہے بحمد اللہ سلامت اور اللہ عزوجل کے ہاتھ ہدایت۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم والحمد للہ رب العالمین (اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے، سیدھا راستہ دکھاتا ہے، اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 22: ص 516-518- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارت میں حضرات اولیائے کرام علیہما الرحمۃ والرضوان کے اقوال واحوال سے متعلق چار قسم کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ یہ حکم اولیائے کرام سے متعلق ہے۔ دیگر لوگوں سے متعلق نہیں۔ اولیائے کرام کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ان کے کلام کی تاویل و تشریح ان کی اصطلاح کے مطابق کی جاتی ہے۔

تاویل کے اصول وقوانین

(1) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم رمایا: ''بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں، بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کریں گے، اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کر چکا ہو تو اس کی خبیث عادت کی بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ:

کل اناء یترشح بما فیه-صرح به الامام ابن حجر المکی رحمه اللّٰه تعالٰی

(ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 29:ص 224-جامعہ نظامیہ لاہور)

(2)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:(وما نقل عن بعض الصوفیة قَدَّسَنَا اللّٰه تعالٰی باسرارهم-مِنْ قِدَمِ العرش او الکرسی-فَعَلٰی تقدیر ثبوته منهم مؤولٌ کَمَا بَیَّنَه المولَی الْعَارف باللّٰه تعالٰی سیدی عبد الغنی النابلسی قدس اللّٰه القدسی فی الحدیقة الندیة -وَقَدْ زَلَّت ههنا قدم الحسن جلبی فی حاشیة شرح المواقف فَلْیَتَنَبَّهْ-نَسْاَلُ اللّٰهَ العفو والعافیة)

(المعتمد المستند :ص 213-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: بعض صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان سے جو عرش یا کرسی کا قدیم ہونا منقول ہے تو ان حضرات سے اس امر کے ثابت ہونے کی تقدیر پر وہ قابل تاویل ہے،جیسا کہ حضرت سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں بیان فرمایا ہے،اور اس مقام پر شرح مواقف کے حاشیہ میں علامہ حسن چلپی سے لغزش ہوگئی،پس آگاہی رہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(3)علامہ حسن چلپی کے حاشیہ شرح مواقف میں مرقوم ہے:(فلا نزاع فی کفر اهل القبلة المواظب طول العمر الی الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی العلم بالجزئیات ونحو ذلک-وکذا بصدور شیء من موجبات الکفر عنه-کذا فی شرح المقاصد-ولعله اراد اعتقاد قدمه مع نفی الحشر کفر-والا فقد ذهب کثیر من حکماء الاسلام الی قدم بعض

الاجسام-والفحول من ارباب المكاشفة ذهبوا الی قدم العرش والکرسی دون سائر الافلاک-فلا وجه للتکفیر،اذ لا تکذیب فیه للنبی علیه السلام -واللّٰہ اعلم بمراده)

(شرح مواقف (حاشیہ): جلد ہشتم:ص370-دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ حسن چلپی کے حاشیہ شرح مواقف میں مرقوم تھا کہ بعض اہل کشف سے منقول ہے کہ عرش قدیم ہے،لیکن انہوں نے ناقلین کا ذکر نہیں فرمایا۔اس کی بحث میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(فان احتمل التاویل .... فذاک-والا کان مدسوسا علی من نسب الیه ومفتری علیه-او صدر عنه فی غلبة الحال بدون فهم ولا اختیار-او تفوه به فی بدایته ثم تدارکه ربه بهدایته-وکل ذلک قد وقع-وفیه حکایات یطول ذکرها-..................

فهذه اربعة وجوه-فان لم یکن شیئ من ذلک بان کان القول ثابتا عنه-وقد قاله قاصدا مختارا-ولم یرجع عنه-ولم یکن له تاویل صحیح-ومنه ما للقوم من اصطلاح-ولا مشاحة فی الاصطلاح،لم یکن القائل به مسلما،وان کان من الکشف الشیطانی-غیر ان کلام الاولیاء بحر عمیق، لا وصول لقعره الا لمثلهم-فمن ثبت ولایته قطعنا ان له معنی لا نصل الی فهمه کالمتشابهات-ومن احتمل امره احتمالا ناشئا عن دلیل حکمنا علی القول ووکلنا امر القائل الی اللّٰہ تعالی،وبه التوفیق)

(انباء الحی:ص455-457-دار اہل السنۃ کراچی)

ترجمہ:پس اگر کلام تاویل کا احتمال رکھے تو وہی تاویل کی جائے گی،ورنہ وہ کلام جس کی طرف منسوب ہے،اس پر افترا ہے،یا فہم واختیار کے بغیر غلبہ حال میں اس سے صادر ہوا

ہو، یا شروع میں اس نے وہ بات کہی ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دے کر اس کا تدارک فرما دیا ہو، اور یہ تمام صورتیں واقع ہو چکی ہیں، ان سے متعلق بہت سے واقعات ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔

یہ چار وجوہ ہیں ۔ان میں سے اگر کچھ نہ ہو، بایں طور کہ وہ قول اس سے ثابت ہو، اور اس نے اسے قصد واختیار کے ساتھ کہا ہو، اور وہ اس سے رجوع نہ کیا ہو، اور اس کی کوئی صحیح تاویل نہ ہو، اور تاویل ہی کے قبیل سے کسی قوم کی (خاص) اصطلاح ہے، اور اصطلاح میں کوئی اعتراض نہیں ہوتا تو (چاروں صورتوں کے فقدان کی صورت میں) اس کا قائل مسلمان نہیں ہوگا، گرچہ یہ قول کشف شیطانی سے ہو۔

مگر حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا کلام بحر عمیق ہوتا ہے ۔اس کی گہرائی تک اولیائے کرام ہی پہنچ سکتے ہیں، پس جن کی ولایت ثابت ہوتو ہم یقین رکھیں گے کہ ان کے کلام کا کوئی (صحیح) معنی ہے جہاں تک ہماری عقل کی رسائی نہیں، جیسے (قرآن مجید کی) متشابہ آیات مقدسہ، اور جس کے معاملہ میں احتمال ناشی عن الدلیل (احتمال قریب) ہوتو ہم قول پر حکم نافذ کریں گے، اور قائل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے توفیق ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں بتایا گیا کہ کسی قول کی تفتیش چار طریقوں سے کی جائے گی ۔اگر چاروں صورتوں میں سے کوئی صورت موجود نہ ہوتو قائل کو کافر مانا جائے گا۔اگر قول میں غیر کفری معنی کا احتمال قریب ہوتو قول پر حکم لگایا جائے گا اور قائل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے گا۔احتمال قریب کو احتمال ناشی عن الدلیل کہا جاتا ہے۔جب غیر کفری معنی کا احتمال قریب ہوتو حرمت وعدم جواز وغیرہ کا حکم ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں کفر فقہی ظنی کا حکم ہوتا ہے۔ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر اول: باب ششم) میں تفصیل ہے۔

مذکورہ حکم غیر اولیائے کرام کا ہے۔ حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا کوئی قول ایسا پایا جائے جس پر بظاہر حکم شرع عائد ہوتا ہو تو حکم عائد نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو متشابہات کی طرح سمجھا جائے گا، کیوں کہ ان کے کلمات گہرے سمندر کی طرح ہوتے ہیں کہ جن کی تہ تک انہیں کی طرح اولیائے کرام پہنچ سکتے ہیں۔ دوسروں کی رسائی وہاں تک نہیں۔

(4) علامہ حسن چلپی کی طرف مذکورہ عبارت تواتر کے ساتھ منقول نہیں، لہٰذا امام اہل سنت قدس سرہ نے اس کو بھی الحاق وافترا پر محمول فرمایا اور محشی کی جانب سے دفاع فرمایا:

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: (**ولا اجد عذرًا فی هذا للمحشی-الا ان یقال: لعل بعض من لا یخاف اللّٰہ تعالٰی دس هذا فی کلامه کما فعلوه بکثیر من عباد اللّٰہ تعالی-کما فصله سیدی العارف الشعرانی فی "الیواقیت والجواهر"-قال: ودسوا عَلَیَّ انا فی کتابی "البحر المورود"......الخ، انتهی**

فوقعت النسخة بید سیدی النابلسی-وهی او منتسخة عنها بید اهل المطبع کماوقع ذلک فی "الفتوحات المکیة" وغیرها-وباللّٰہ العصمة-ولا یلزم منه رفع الامان عن الکتب الغیر المرویة بالقراء ات المتصلة-فان المصیر الیه لدفع اعظم مفسدة عن رجل معدود فی العلماء من باب "من ابتلی ببلیتین اختار اهونهما" بل هذا باب یحتاج الی الیقین-فان الکلام فی من عرف بالاسلام، بل والعلم ولم یعرف ببدعة ولم یرم بضلالة ولیس لنا بهذا القول سند متصل الیه شفاها عن شفاه-ولا علمنا اشتهار هذا القول عنه فی عصره فاوخذ علیه فحاول الجواب او اختار السکوت لنستدل بهذه علی صحة هذا القول عنه.

فلا يكتفى فيه بنقل واحد بوسائط لا تعلم-ولا يغنى اشتهار الطبع-فان مستنده الى واحد مجهول وفوقه وسائط مجهولات-نعم،تحسين الظن بالنقلة يطلب الاعتماد فيكتفى به حيث يكفى الظن-اما فى اكفار مثل من وصفنا،فان الظن لا يغنى عن الحق شيئا-وتحسين الظن به اوجب منه بالنقلة المجاهيل.

وقد نص الامام حجة الاسلام الغزالى فى آفات اللسان من الاحياء:

لا تجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقيق-نعم،يجوز ان يقال: قتل ابن ملجم عليا رضى اللّٰه عنه وقتل ابو لؤلؤ عمر رضى اللّٰه عنه فان ذلک ثبت متواترا،انتهى-فاعرف واستقم والحمد للّٰه رب العلمين)

(انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیء:ص 467-468-دار اہل السنۃ کراچی)

ترجمہ: میرے نزدیک محشی سے متعلق یہ کہنے کے علاوہ کوئی عذر نہیں کہ شاید بعض خدا ناترس شخص نے ان کے کلام میں افترا کیا ہے،لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندوں کے کلام میں ایسا کیا ہے،جیسا کہ امام شعرانی شافعی نے الیواقیت والجواہر میں اس کی تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ میری کتاب ''البحر المورود'' میں مجھ پر افترا کر دیا گیا............پس یہ (تحریف شدہ) نسخہ امام عبد الغنی نابلسی کو ملا، پھر یہی نسخہ یا اس سے نقل شدہ نسخہ اہل مطبع کو ملا، جیسا کہ فتوحات مکیہ وغیرہ کا حال ہوا،اور اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے عصمت ہے۔

اور اس کی وجہ سے قرات متصلہ سے غیر مروی کتابوں سے امان اٹھ نہیں جائے گا، کیوں کہ علما میں شمار کیے جانے والے ایک شخص سے ایک بڑی خرابی کو دور کرنے کے لیے یہ تاویل اختیار کی گئی، یہ اس باب سے ہے کہ جب کوئی دو بلاؤں میں مبتلا ہو جائے تو جو آسان ہو، اسے اختیار کرے، بلکہ اس باب سے ہے جس میں یقین درکار ہے، کیوں کہ گفتگو ان کے

بارے میں ہے جن کا مسلمان ہونا، بلکہ عالم دین ہونا مشہور ہے، اور وہ کسی بدعت کے ساتھ مشہور نہیں اور نہ ہی ان پر ضلالت و گمرہی کی تہمت ہے۔

اور ہمارے پاس ان تک (پہنچنے والی) کوئی متصل سند نہیں، اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ قول ان کی جانب منسوب ہو کر ان کے زمانے میں مشہور ہوا، اور ان پر مواخذہ ہوا تو انہوں نے جواب کی کوشش کی، یا خموشی اختیار کی، جس سے یہ استدلال کیا جا سکے کہ اس قول کی نسبت ان کی جانب صحیح ہے۔

پس اس باب میں غیر معلوم واسطوں سے کسی کا نقل کرنا کافی نہیں، اور چھپ کر مشہور ہو جانا بھی مفید نہیں، اس لیے کہ اس کا مدار و مبنیٰ ایک مجہول شخص ہے اور اس سے اوپر بھی مجہول وسائط ہیں۔ ہاں، ناقلین کے ساتھ حسن (ان پر) اعتماد کا تقاضہ کرتا ہے، پس جہاں ظن پر اکتفا کیا جاتا ہے، وہاں ظن کافی ہوگا، اور حسن ظن کسی شئ کو حق سے بے نیاز نہیں کر دے گا، اور مذکورہ صفات سے متصف شخص سے متعلق حسن ظن رکھنا مجہول ناقلین سے حسن ظن رکھنے کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب آفات اللسان میں صراحت فرمائی ہے کہ کسی مسلمان کی طرف بلاتحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ ہاں، یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور ابو ؤ ؤ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، کیوں کہ یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے، پس سمجھ لو اور صحیح راہ پر قائم رہو، اور تمام حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔

(5) کبھی کسی کی جانب کوئی قول منسوب ہو جاتا ہے اور بہت سی کتابوں میں نقل ہو جاتا ہے۔ احادیث موضوعہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ وہ احادیث نبویہ نہیں ہیں۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی امام کی طرف منسوب کسی

مسئلہ کا ایک یا ایک ہزار کتاب میں پایا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ انہیں کا قول ہے۔

(قد قال القاضی ابوبکر الباقلانی فی کتاب الانتصار ما معناہ:ان وجود مسئلة فی کتاب او فی الف کتاب منسوبة الی امام لا یدل علیٰ انه قالها حتی تنقل عنه نقلا متواترا یستوی فیه الطرفان والواسطة)

(الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز الدباغ:ص420-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب انتصار میں فرمایا ہے جس کا مفہوم ہے کہ ایک کتاب یا ایک ہزار کتاب میں کسی امام کی طرف کسی مسئلہ کا پایا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے، یہاں تک کہ وہ ان سے نقل متواتر کے طور پر منقول ہو، جس میں موضوع ومحمول اور رابطہ یکساں ہو۔

(6) فقہی کتابوں میں بھی کبھی کوئی مرجوح وضعیف قول نقل ہو جاتا ہے، پھر دس بیس کتابوں میں بھی وہ قول منقول ہو جاتا ہے، لہٰذا فقہا کو تحقیق واحتیاط کا حکم ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ نے رقم فرمایا:(وقد رأیت فی فتاوی العلامة ابن حجر: سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه ولم یکن له شیخ، ویفتی ویعتمد علیٰ مطالعته فی الکتب-فهل یجوز له ذلک ام لا؟

فاجاب بقوله:لایجوزله الافتاء بوجه من الوجوه-لانه عامی جاهل لایدری ما یقول؟بل الذی یاخذ العلم عن المشائخ المعتبرین لا یجوز له ان یفتی من کتاب ولا من کتابین-بل قال النووی رحمه اللّٰه تعالیٰ:ولا من عشرة فان العشرة والعشرین قد یعتمدون کلهم علیٰ مقالة ضعیفة فی المذهب فلا یجوز تقلیدهم فیهابخلاف الماهرالذی اخذ العلم عن اهله وصارت له فیه ملکة نفسانیة فانه یمیز الصحیح من غیره ویعلم المسائل

وما يتعلق بها على الوجه المعتد به-فهذا هو الذى يفتى الناس ويصلح ان يكون واسطة بينهم وبين الله تعالىٰ-واما غيره فيلزمه اذا تسور هذا المنصب الشريف التعزير البليغ والزجر الشديد الزاجر ذلك لامثاله عن هذا الامر القبيح الذى يؤدى الىٰ مفاسد لا تحصى-والله تعالىٰ اعلم)

(شرح عقود رسم المفتی:ص 11)

ترجمہ: میں نے علامہ ابن حجر ہیتمی کے فتاویٰ میں دیکھا کہ اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو ازخود فقہی کتابوں کو پڑھے اور مطالعہ کرے، اوراس کا کوئی شیخ نہ ہو، اوروہ فتویٰ دیتا ہو اور اپنے مطالعہ کتب پر اعتماد کرتا ہو، پس کیا یہ اس کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

پس علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے جواب دیا: اس کے لیے کسی طرح فتویٰ دینا جائز نہیں، اس لیے کہ وہ عامی غیر عالم ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، بلکہ وہ شخص جو معتبر مشائخ سے علم حاصل کرتا ہے، اس کے لیے بھی ایک یا دو کتاب سے فتویٰ دینا جائز نہیں ، بلکہ امام نووی نے فرمایا کہ نہ ہی دس کتابوں سے، اس لیے کہ دس اور بیس مؤلفین کبھی اعتماد کرتے ہیں مذہب کے کسی ضعیف قول پر، پس ان کی تقلید جائز نہیں ہے۔

برخلاف ماہر کے جس نے قابل استاذ سے علم حاصل کیا، اوراسے اس بارے میں ذاتی ملکہ ہو گیا، پس وہ صحیح اور غیر صحیح کی تمیز کر لیتا ہے اور مسائل کو اوراس کے متعلقات کو قابل اعتماد طریقے پر جانتا ہے، پس یہ وہ ہے جو لوگوں کو فتویٰ دے گا، اوراللہ تعالیٰ اور مومنین کے درمیان واسطہ ہونے کے لائق ہے، لیکن اس کے علاوہ شخص جب اس بزرگ منصب پر آجائے تو زبردست تعزیر اور شدید زجر لازم ہے جو ان کے مماثلین کو اس امر قبیح سے روکنے والا ہو جو بے شمار مفاسد تک پہنچانے والا ہو۔

(7) نماز میں الصاق کعبین کی روایت زاہدی نے لکھی، پھر دیگر حنفی کتب فقہ میں اس

کی نقل ہوگئی ۔زاہدی غزمینی معتزلی: ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد (م 658ھ) نے المجتبیٰ شرح القدوری ،الحاوی للفتاویٰ، القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیہ ودیگر کتب لکھی ۔(فتاویٰ رضویہ: جلد 29:ص223 - جامعہ نظامیہ لاہور)۔اس کی ایک نقل سے متعلق الملفوظ میں ہے:

عرض: درمختار، کبیری وصغیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔

ارشاد:لم یثبت ۔کہیں ثابت نہیں۔دس بارہ کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے،اورسب کا منتہیٰ زاہدی ہے۔(الملفوظ: جلد چہارم:ص368 -رضوی کتاب گھر دہلی)

(8)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اولاً: کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کومستلزم نہیں۔بہت رسالے خصوصاً اکابر چشت کے نام منسوب ہیں جس کا اصلاً ثبوت نہیں۔

ثانیاً:کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں۔ بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب ''الیواقیت والجواہر'' امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے،خصوصاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں توالحاقات کی گنتی نہیں۔ کھلے ہوئے صریح کفر بھر دئے ہیں،جس پر درمختار میں علامہ مفتی ابوالسعود سے نقل کیا:(**تیقنا ان بعض الیہود افتریہا علی الشیخ قدس اللہ سرّہ**) ہم کو یقین ہے کہ شیخ قدس سرہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گھڑ دی ہیں۔

حضرت مخدوم صاحب ہی کی کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام میں ہے:

''قریش اعلیٰ جد مصطفیٰ بود واودو پسر داشت۔ یکے را نام ہاشم بود ودوم را نام تیم۔ پیغامبر ازنسل ہاشم است وابوبکر ازنسل تیم است''۔

ہاشم کے باپ کا نام قریش ہے،اوران کے دو بیٹے تھے،ایک ہاشم دوسرا تیم۔ پیغامبر ہاشم کی نسل سے اورابوبکرتیم کی نسل سے ہیں۔

کوئی جاہل سے جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا، اور ان کے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم۔ ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے، ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے"۔

(رسالہ حجب العوار: فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص555-556 - جامعہ نظامیہ لاہور)

(9) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: "کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کا اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا، اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی۔ سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو، اسناد اور بات ہے، اور ایسے امر میں جسے مسند کلمہ کفر بنایا اور اس سے توہین شانِ رسالت کے جواز پر سند لانا ہے، اس پر اعتماد اور بات۔ علما کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لیے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو۔

خطیب بغدادی بطریق عبدالرحمان سلمی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا: **(اذا وجد احدکم کتابًا فیہ علم لم یسمعہ عن عالم فلیدع باناء وماء فلینقعہ فیہ حتی یختلط سوادہ فی بیاضہ)**

جب تک تم میں کوئی ایک کتاب پائے جس میں علم کی بات ہے اور اسے کسی عالم سے نہ سنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبو دے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہو جائے۔

فتاویٰ حدیثیہ امام زین الدین عراقی سے ہے: **(نقل الانسان ما لیس لہ بہ روایۃ غیر سائغ بالاجماع عند اھل الدرایۃ)**

یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو، اس کا نقل اسے حلال نہیں۔

ہاں، اگر اس کے پاس نسخہ صحیحہ معتمدہ ہو کہ خود اس نے یا کسی ثقہ معتمد نے خود اصل نسخہ

مصنف سے مقابلہ کیا، یا اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ نے کیا ،وسائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے، اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:(**قالوا ما وجد فی نسخة من تصنیف فان وثق بصحة النسخة بان قابلها المصنف اوثقه غیره بالاصل او بفرع مقابل بالاصل–وهکذا جاز الجزم بنسبتها الٰی صاحب ذلک الکتاب وان لم یوثق لم یجزم**)

یعنی علما نے فرمایا: جو عبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے۔اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے، یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے، یا اس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا، یوں ہی اس ناقل تک، جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔

مقدمہ امام ابوعمرو بن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا: تم نے لکھ لیا؟ کہا: ہاں۔مقابلہ کرلیا؟ کہا: نہ۔فرمایا: **لم تکتب** ۔تم نے لکھا ہی نہیں۔

اسی میں امام شافعی و یحیٰی بن ابی کثیر سے ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا:

(**من کتب ولم یعارض کمن دخل الماء ولم یستنج**)

جس نے لکھا اور مقابلہ نہ کیا، وہ ایسا ہے کہ پانی میں داخل ہے اور استنجا نہ کیا۔

اسی میں ہے:(**اذا اراد ان ینقل من کتاب منسوب الٰی مصنف فلا یقل ”قال فلان کذا و کذا“ الا اذا وثق بصحة النسخة بان قابلها هو او ثقة غیره باصول متعددة**)

جب کسی کتاب سے کہ کسی مصنف کی طرف منسوب ہے، کچھ نقل کرنا چاہے تو یوں نہ کہے کہ مصنف نے ایسا کہا جب تک کہ صحت نسخہ پر اعتماد نہ ہو، یوں کہ اس نے خواہ اور ثقہ نے اسے متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ کیا ہو۔

اسی میں ہے: (**یطالع احدهم کتابًا منسوبًا الٰی مصنف معین وینقل منه عنه من غیر ان یثق بصحة النسخة قائلًا"قال فلان کذاو کذا او ذکر فلان کذا و کذا"والصواب ما قدمناه،اه —و لفظ الفتاوی الحدیثیة عنه— والصواب ان ذلک لایجوز**)

کسی معین مصنف کی طرف منسوب کتاب میں ایک عبارت دیکھ کر آدمی نقل کر دیتا ہے کہ مصنف نے ایسا کہا، حالاں کہ صحت نسخہ پر وثوق (بروجہ مذکور کہ اصل نسخہ مصنف سے بلا واسطہ یا بوساطت ثقات اس نے یا اور ثقہ نے مقابلہ کیا ہو) حاصل نہیں مثلاً یوں کہے کہ فلاں نے یوں یوں کہا، یا فلاں نے یوں یوں ذکر کیا، حق یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

امام نووی نے تقریب میں فرمایا: (**فان قابلها باصل محقق معتمداجزاه**)

اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے۔

یعنی اصول معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے۔ یہ اتصال سند اصل وہ شئ ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے، اور متاخرین نے کتاب کا علما میں ایسا مشہور ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغیر وتحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے۔

مقدمہ امام ابوعمرو نوع اول میں ہے: (**ال الامر ان الاعتماد علٰی ما نص علیه فی تصانیفهم المعتمدة المشهورة التی یؤمن فیها لشهرتها من التغییر و التحریف(ملخصا**)

یعنی آخر قرارداد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے جو ایسی مشہور و معتمد کتابوں میں ہو جن کی شہرت کے سبب ان میں تغییر و تحریف سے امان ہو۔ (ملخصا)''۔

(رسالہ حجب العوار: فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص556-559- جامعہ نظامیہ لاہور)

(10) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''فتح القدیر و بحرالرائق و نہر الفائق و منح الغفار میں فرمایا: (**علٰی هذا لو وجدنا بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزو ما فیها الٰی محمد ولا الٰی ابی یوسف لانها لم تشتهر فی دیارنا ولم تتداول**) یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذۂ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابو یوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور و متداول نہ ہوئیں۔

تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علما کے درس و تدریس، یا نقل و تمسک یا ان کی مطمح نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علما کے زیر نظر آ چکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کیے۔ زبان علما میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے، پر ظاہر کہ یہاں دونوں باتیں مفقود۔

تداول درکنار کوئی سند متصل بھی نہیں، نہ کہ تواتر جو ایسی نسبت کے لیے لازم ہے، رہا وجود نسخ، انصافاً متعدد، بلکہ کثیر و وافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کیے گئے، یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے، ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا، اور یہ ان سے نقل و نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے، جیسے آج کل کی محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے، فتوحات مکیہ کے تمام مصری نسخے نسخہ محرفہ سے منقول ہوئے اور اس کی نقلیں مصر میں چھپیں اور اب وہ گھر گھر موجود ہیں، حالاں کہ تواتر درکنار ایک سلسلہ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت نہیں،

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ت)

علامہ شامی کا ظن پر اکتفا صاف باتوں کے لیے وجہ ہے، مگر ایسے امور میں اس پر قناعت قطعاً حرام، ورنہ معاذ اللہ اکابر ائمہ واعاظم علما کی طرف نسبت کفر ماننی پڑے، ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیا سے گزر کر اکابر علمائے معتمدین مثل امام ابن حجر مکی وملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں۔

ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۷ پر ہے: (**ما سمی به الرب نفسه وسمی به مخلوقاته مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر**)

نام کہ رب تعالیٰ نے اپنے لیے اور مخلوق کے لیے مقرر فرمائے، وہ مثل حی، قیوم، علیم، قدیر ہیں۔ت)

اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے، حالاں کہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: (**اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرها یکفر**)

(جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے، جیسے قدوس، قیوم اور رحمٰن وغیرہ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ت)

اسی طرح اور کتابوں میں ہے، حتی کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۲ میں ہے:

(**من قال لمخلوق یا قدوس اوالقیوم او الرحمٰن کفر**)

جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہو جائے۔

پھر کیوں کر مان سکتے ہیں کہ وہ صفحہ ۴۷ کی عبارت علی قاری کی ہے، ضرور الحاق ہے، اگرچہ کتاب اجمالاً مشہور ومعروف ہے"۔

(رسالہ عجب العوار: فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص 559-560- جامعہ نظامیہ لاہور)

کتابوں میں تحریف والحاق اور کتابت کی غلطیاں عقلاً بعید نہیں، بلکہ واقع ہیں۔جن احکام میں قطع ویقین کی ضرورت ہو، مثلاً تکفیر کا مسئلہ، پس ایسے امور میں حصول قطعیت کے بغیر کوئی حکم نافذ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔کسی کتاب کی نسبت اس کے مصنف ومؤلف کی طرف متواتر ہوتی ہے۔ایسی کتابوں میں بھی تحریف والحاق ثابت ہے، پس جس جملے پر اعتراض ہوتو یہ تحقیق کرنی ہوگی کہ خاص طور پر قابل اعتراض جملہ مؤلف ومصنف سے ثابت ہے یا نہیں۔اگر ثابت نہیں تو مصنف ومؤلف اس سے بری ہیں۔ان پر شرعی حکم وارد نہیں ہوگا۔

کتابوں میں تحریف والحاق

حضرات صوفیائے کرام اور بعض علمائے اسلام کی کتابوں میں بھی تحریف ہوئی ہے۔
امام عبدالغنی نابلسی حنفی کی کتاب: (الرد المتین علیٰ منتقص العارف محی الدین)، امام سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کی کتاب (تنبیہ الغبی بترئۃ ابن عربی) اور علامہ ابن حجر ہیتمی کی کتاب (فتاویٰ حدیثیہ) میں تحریف والحاق کی تفصیل مرقوم ہے۔

درحقیقت بعض صوفیائے کرام وعلمائے اسلام کی کتابوں میں تحریف ہوئی، جس کی وجہ سے کفری معنی پیدا ہو گئے، اور بعض نے ان تحریف شدہ عبارتوں کو دیکھ کر حکم کفر لگایا تو یہ حکم ان حضرات پر عائد نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ حضرات ان عبارتوں سے بری ہیں۔

(1) حضور غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب (غنیۃ الطالبین) میں بھی تحریف کی گئی۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: **(وایاک ان تغتر ایضًا بما وقع فی (الغنیة) لامام العارفین وقطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبد القادر الجیلانی، فانه دسه علیه فیها من سینتقم اللّٰہ منه—والا فهو بریئ من ذلک—وکیف تروج علیه هذه المسألة الواهیة مع تضلعه من الکتاب والسنة وفقه**

الشافعية والحنابلة حتى كان يفتى على المذهبين –هذا مع ما انضم لذلک من ان اللّٰه مَنَّ عليه من المعارف والخوارق الظاهرة والباطنة–وما انبأ عنه ما ظهر عليه وتواتر من احواله) (الفتاوی الحدیثیہ:ص145-دارالفکر بیروت)

(2) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ القوی (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) کی کتاب میں تحریف کی گئی۔(درمختار: جلد چہارم:ص423-ردالمحتار: جلد چہارم:ص423)

(3) امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) کی کتاب ''التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ''میں تحریف کی گئی ۔(نسیم الریاض: جلد چہارم:ص495-المعتمد المستند ص 215-الاعلام بقواطع الاسلام:ص379)

امام محمد غزالی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) کی تحریف شدہ عبارت کو دیکھ کر قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(وقد حكى القاضى ابوبكر البَاقِلّانى مثل قول عبيد اللّٰه عن داؤد الاصبهانى وقال وحكٰى قوم عنهما–انهما قالا ذلک فى كل من علم اللّٰه سبحانه من حاله استفراغ الوسع فى طلب الحق من اهل ملتنا اومن غيرهم–وقال نحوهٰذا القول الجاحظُ وثُمَامَةُ فى ان كثيرًامن العامة والنساء والبُلْه وَمُقَلَّدَةِ النَّصارٰى واليهود وغيرهم لَاحُجَّةَ لِلّٰه عليهم اِذْ لَمْ تَكُنْ لهم طباع يمكن معها الاستدلال–وقد نحى الغزالى قريبًا من هذا المنحى فى كتاب التفرقة–وقائل هٰذا كله كافرٌ بالاجماع علٰى كُفْرِمَنْ لَمْ يُكَفِّرْ اَحَدًا من النصارٰى و اليهود وكل من فارق دين المسلمين اَوْوَقَفَ فى تكفيرهم اوشَكَّ) (کتاب الشفاء: جلد دوم:ص281)

امام غزالی شافعی کی تحریف شدہ عبارت کو دیکھ کر قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایسارقم فرمایا۔امام غزالی قدس سرہ العزیز اس الزام سے بری ہیں۔

(4) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی کی کتاب ''البحر المورود فی المواثیق والعہود'' میں ان کی زندگی ہی میں تحریف کی گئی۔اس کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ''میزان الشرایعۃ الکبریٰ'' (جلداول:ص9) میں کیا۔

قال الشامی: (کما وقع للعارف الشعرانی انه افتری علیه بعض الحساد فی بعض کتبه اشیاء مکفرة واشاعها عنه،حتی اجتمع بعلماء عصره واخرج لهم مسودة کتابه التی علیها خطوط العلماء–فاذا هی خالیة عما افتری علیه) (ردالمحتار: جلد چہارم:ص424-دارالفکر بیروت)

عبارتوں کا انتساب

علامہ شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے حافظ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کی کتاب (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن العربی) سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ جب کسی کی جانب کسی کتاب کی نسبت صحیح ہو تو اس پر حکم شرعی عائد کرنے لیے لازم ہے کہ جس جملہ پر حکم شرعی نافذ کیا جارہا ہے،وہ جملہ اس مؤلف سے ثابت ہو،کیوں کہ کسی کی جانب سے تحریف والحاق کا بھی خطرہ موجود ہے۔

(1) علامہ شامی نے حافظ سیوطی سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا: **(واذا ثبت اصل الکتاب عنه فلا بد من ثبوت کل کلمة لاحتمال ان یدس فیه ما لیس منه من عدو او ملحد او زندیق–وثبوت انه قصد بهذه الکلمة المعنی المتعارف–وهذا لا سبیل الیه–ومن ادعاه،کفر–لانه من امور القلب التی لا یطلع علیها الا اللّٰه تعالیٰ)** (ردالمحتار: جلد چہارم:ص424-دارالفکر بیروت)

اگر کسی کتاب کی نسبت کسی کی جانب صحیح ہو تو اس کے ہر جملے کی نسبت ان کی جانب صحیح ہونا ضروری نہیں،کیوں کہ ممکن ہے کہ کسی جملہ کو اس میں شامل کر دیا گیا ہو،بلکہ یہ بھی

ممکن ہے کہ کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو، یا نسخہ نقل کرنے والوں سے کچھ لغزش ہوئی ہو۔ مؤلف کتاب پر حکم ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس جملہ کی نسبت مؤلف کی جانب یقینی طور پر ہو۔

(2) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''کسی کتاب کا ثابت ہونا، اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں۔ بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں۔ جن کا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواہر، امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے۔ خصوصاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں تو الحاقات کی گنتی نہیں۔ کھلے ہوئے صریح کفر بھر دیئے ہیں، جس پر درمختار میں علامہ مفتی ابوالسعود سے نقل کیا: (تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ) ہم کو یقین ہے کہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گڑھ دی ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم: ص 308- رضا اکیڈمی ممبئی)

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی جانب منسوب اصل نسخہ ہی میں تحریف ہوگئی، اس لیے اس کے تمام نسخوں کو محرف قرار دیا جائے گا۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز سے کسی نے نسخہ نقل نہیں کیا ہے، بلکہ یہ کتاب کہیں سے دستیاب ہوئی، اس کی اشاعت ہوگئی۔

کتاب کی نسبت حضرت شیخ اکبر قدس سرہ القوی کی جانب درست ہے، لیکن ہر جملہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا ہے، اس پر کوئی ثبوت وشہادت موجود نہیں۔ ایسی صورت میں جو کلام خلاف شرع ہوگا، اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اس کو الحاقی تسلیم کیا جائے گا۔

(3) امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے رقم فرمایا: ''ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیا سے گزر کر اکابر علمائے معتمدین مثل امام ابن حجر مکی وملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں۔ ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر ص ۴۷: پر ہے: (ما سمی بہ الرب نفسہ ویسمی بہ

مخلوقاته مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر) اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے، حالاں کہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: (اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرها یکفر) اسی طرح اور کتابوں میں ہے، حتیٰ کہ خود اسی شرح فقہ اکبر: ص ۲۴۵: میں ہے: (من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمن کفر) جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے، کافر ہو جائے، پھر کیوں کر مان سکتے ہیں کہ وہ ص ۴۷: کی عبارت علی قاری کی ہے۔ ضرور الحاق ہے، گرچہ کتاب اجمالاً مشہور و معروف ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص 110 - رضا اکیڈمی ممبئی)

کتابوں کا انتساب

کسی کتاب کی نسبت اس کے مؤلف کی جانب یقینی ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) نے اس عالم تبحر کے بارے میں فرمایا جو حضرات ائمہ کرام کی کتابوں سے فتویٰ دیتا ہو کہ اس کے لیے دو امر ضروری ہیں:

(الف) وہ ایسی کتاب سے فتویٰ دے، جس کی صحیح اور قابل اعتماد سند اس کے پاس ہو، وہ سند اس کتاب کے مؤلف تک جاتی ہو۔

(ب) یا مسئلہ کسی متداول و مشہور کتاب میں ہو، اس کتاب میں وہ مسئلہ اس امام کی جانب منسوب ہو۔

ان دونوں صورتوں کا حکم خبر متواتر یا خبر مشہور کی طرح ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رقم فرمایا: (فی البحر الرائق: وَيَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ لَا يُفْتِيَ اِلَّا بِاَحِدِ وَجْهَيْنِ (۱) اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ عِنْدَه طَرِيْقٌ صَحِيْحٌ يعتمد عليه الٰى امامه (۲) اَوْ تَكُوْنُ الْمَسْئَلَةُ فی کتاب مشهور تَدَاوَلَتْه الايدی.

فـی الـنهـر الـفـائق فی کتاب القضاء–طریق نقل المفتی المقلد عن المجتهد احد امرین:

(۱)امـا ان یکون له سند الیه(۲)اَوْ اَخَذَه من کتاب معروف تداولته الایـدی نـحـو کتـب مـحـمد بن الحسن ونحوها من التصانیف المشهورة للمجتهدین–لانه بمنزلة الخبر المتواتر او المشهور–وهکذا ذکر الرازی.

فَعَلٰی هٰذَا لَوْوُجِدَ بَعْضُ النُّسَخِ النَّوَادر فی زماننا–لَایحل عزو ما فیها الٰی مـحـمد–ولا الٰی ابی یوسف رحمهما اللّٰه–لِاَنَّهَا لَمْ تشتهر فی عصرنا فـی دیـارنـا ولـم تـداو لتهـا–نعم اذا وجد النقل عن النَّوَادر مثلًا فی کتاب مشهـور مـعـروف کـالهـدایة والـمبسـوط،کـان ذلک تعویلًا علٰی ذٰلک الکتاب–انتهٰی.

وفـی فتـاوی الـقـنیة فی باب ما یتعلق بالمفتی–ان ما یوجد من کلامِ رَجل ومذهبِه فی کتاب معروف وقد تداولته النسخ–فانه جاز لمن نظر فیه –اَنْ یَقُوْلَ:قَالَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانٌ کَذَا–وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْهُ مِنْ اَحَدٍ نحو کتب مـحـمـد بـن الـحسـن ومؤطـا مـالک رحمهما اللّٰه ونحوهما من الکتب الـمـصـنـفة فی اَصْنَافِ الْعُلُوْمِ–لِاَنَّ وجود ذلک علٰی هٰذَا الوصف بمنزلة الخبر المتواتر والاستفاضة–لا یَحْتَاجُ مثله الٰی اسناد)

(عقدالجید:ص65-استنبول ترکی)

مؤلف تک متصل سند

(1)اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

’’علما کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لیے مصنف تک سند مسلسل متصل

بذریعہ ثقات ہو۔خطیب بغدادی بطریق عبدالرحمٰن سلمی امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرمایا:(**اذا وجد احدکم کتابا فیه علم لم یسمعه عن عالم فلیدع باناء وماء-فلیتفعه فیه حتی یختلط سواده فی بیاضه**)

جب تم میں کوئی ایک کتاب پائے،جس میں علم کی بات ہے،اور اسے کسی عالم سے نہ سنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبودے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہوجائے۔

فتاویٰ حدیثیہ میں امام زین الدین عراقی سے نقل ہے:(**نقل الانسان ما لیس له به روایة غیر سائغ بالاجماع عند اهل الدریة**) یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو،اس کی نقل اسے حلال نہیں۔

ہاں،اگر اس کے پاس نسخہ صحیحہ معتمدہ ہو کہ خود اس نے یا کسی ثقہ معتمد نے خود اصل نسخہ مصنف سے مقابلہ کیا،یا اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف سے کسی ثقہ نے کیا۔وسائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے،اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

(**قالوا:ما وجد فی نسخة من تصنیف فان وثق بصحة النسخة ثقة، بان قابلها المصنف او ثقة غیره بالاصل او بفرع مقابل بالاصل-وهکذا جاز الجزم بنسبتها الی صاحب ذلک الکتاب-وان لم یوثق،لم یجزم**)

یعنی علما نے فرمایا:جو عبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے،اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے،یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا اور کسی ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے،یا اس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا،یوں ہی اس ناقل تک۔جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا،ورنہ جائز نہیں۔

مقدمہ امام ابوعمرو بن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ انہوں

نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا: تم نے لکھ لیا۔ کہا، ہاں۔ فرمایا: مقابلہ کرلیا۔ کہا، نا۔ فرمایا: (**لم تكتب**) تم نے لکھا ہی نہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص309- رضا اکیڈمی ممبئی)

(3) امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا: ''کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کردیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا۔ اس سے نقل کرکے کاپی ہوئی''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم: ص308- رضا اکیڈمی ممبئی)

(4) امام اہل سنت نے تحریر فرمایا: ''رہا وجود نسخ، انصافاً متعدد، بلکہ کثیر ووافر نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں۔ جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کیے گئے، یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل کیے گئے، ورنہ ممکن ہے کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں۔ ان میں الحاق ہوا، اور یہ ان سے نقل ونقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے، جیسے آج کل محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے۔

فتوحات مکیہ کے تمام مصری نسخے، نسخہ محرفہ سے منقول ہوئے، اور اسی کی نقلیں مصر میں چھپیں، اور اب وہ گھر گھر موجود ہیں، حالاں کہ تواتر درکنار، ایک سلسلہ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت نہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم: ص310- رضا اکیڈمی ممبئی)

کتاب کا متداول ہونا

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''یہ اتصال سند اصل وہ شئ ہے جس پر اعتماد کرکے مصنف کی طرف نسبت جائز ہوسکے، اور متاخرین نے کتاب کا علما میں ایسا مشہور ومتداول ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغییر وتحریف نہ ہوئی۔ اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے۔

مقدمہ امام ابوعمرو نوع اول میں ہے: (**آل الامر ان الاعتماد علی ما نص**

علیه فی تصانیفهم المعتمدة المشهورة التی یومن فیها لشهرتها من التغییر والتحریف)

یعنی آخر قرار داد اس پر ہوئی کہ اعتماد اس پر ہے جو ایسی مشہور و معتمد کتابوں میں ہو، جن کی شہرت کے سبب ان میں تغییر وتحریف سے امان ہو۔

فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و منح الغفار میں فرمایا: (**علٰی هذا لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا–لا یحل عزو ما فیها الٰی محمد ولا الی ابی یوسف–لانها لم تشتهر فی دیارنا ولم تتداول)**

یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذۂ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابو یوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور ومتداول نہ ہوئیں۔

تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علما کے درس وتدریس یا نقل وتمسک یا ان کی مطمح نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات ومقالات علما کے زیر نظر آ چکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کیے۔ زبان علما میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود وتداول میں زمین وآسمان کا فرق ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص309–رضا اکیڈمی ممبئ)

باب سوم

صوفیائے کرام کی خاص اصطلاحات

(1) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا: (**وما نقل عن بعض الصوفیة قَدَّسَنَا اللّٰه تعالٰی باسرارهم–مِنْ قِدَمِ العرش او الکرسی–فَعَلٰی**

تـقـديـر ثبـوتـه مـنهم مؤولٌ كَمَا بَيَّنَه المولَى الْعَارف باللّٰه تعالیٰ سيدی عبد الـغنی النابلسی قدس اللّٰه القدسی فی الحديقة الندية –وَقَدْ زَلَّت ههنا قدم الحسن جلبی فی حاشية شرح المواقف فَلْيَتَنَبَّهْ–نَسْاَلُ اللّٰهَ العفو والعافية)

(المعتمد المستند :ص213-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: جو بعض صوفیائے کرام سے عرش یا کرسی کا قدیم ہونا منقول ہے،تو ان حضرات سے اس کے ثبوت کو مان لینے پر یہ قابل تاویل ہے،جیسا کہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے ”الحدیقۃ الندیہ“میں بیان فرمایااور شرح مواقف کے حاشیہ میں اس مقام پر علامہ حسن چلپی کا قدم پھسل گیا،پس اس پر آگاہ ہوجاؤ، ہم اللہ تعالیٰ سے عفوودرگذراور عافیت طلب کرتے ہیں۔

(2)امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے ان امور کو بیان فرمایا،جن کا اثر ایمان پر نہیں ہوتا اوران کے سبب ایمان زائل نہیں ہوتا۔ان امور میں حضرات اولیائے کرام کی شطحیات داخل ہیں۔اسی طرح ولی کا اپنی اصطلاح کے مطابق کوئی ایسا قول جو دیگر اصطلاح کے مطابق کفر یہ ہو۔جب اولیائے کرام کی اصطلاح کے مطابق وہ کفر نہیں اورانہوں نے اپنی اصطلاح کے مطابق اسے استعمال فرمایا ہےتو ان پر کوئی اعتراض نہیں، گرچہ دیگر اصطلاحات کے اعتبار سے اس قول پر حکم کفر وارد ہوسکتا ہو۔

امام ابن حجر ہیتمی نے فرمایا:(وَشَطْحُ وَلِيٍّ حَالَ غَيْبَتِهٖ–اَوْ تاويله بما هو مـصـطـلـح عـليه بينهم وَاِنْ جَهِلَه غَيْرُهم–اِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَيْهِ حقيقةٌ عـند اهلِه–فَلَا يعترض عليهم بمخالفته لاصطلاح غيرهم–كَمَا حَقَّقَه اَئِمَّةُ الـكـلام وغيـرهـم –وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ كثيرون فی التهويل علٰی محققی الصوفية بما هم برئيون منه)(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی: جلدنہم:ص97-دارالفکر بیروت)

حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اقوال کی تاویل وتشریح ان کی خاص اصطلاحات کے مطابق کی جائے گی۔جب ان کی اصطلاح کے مطابق حکم کفر عائد نہیں ہوتا ہوتو پھران پر کچھ الزام دینا غلط ہوگا۔

(3)علامہ شامی نے رقم فرمایا کہ جو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) کے کلمات کی صحیح تشریحات دیکھنا چاہے تو امام عبدالغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) کی کتاب:(الردالمتین علیٰ منتقص العارف محی الدین) دیکھے۔

علامہ شامی نے رقم فرمایا:(**ومن اراد شرح کلماته التی اعترضها المنکرون فلیرجع الٰی کتاب"الرد المتین علی منتقص العارف محی الدین"لسیدی عبد الغنی النابلسی**)(ردالمحتار:جلد چہارم:ص424-دارالفکر بیروت)

(4)علامہ شامی نے رقم فرمایا:(**وللمحقق ابن کمال باشا فتوی،قال فیها بعد ما ابدع فی مدحه:وله مصنفات کثیرة: منها فصوص حکمیة وفتوحات مکیة-بعض مسائلها مفهوم النص والمعنی وموافق للامر الالهی والشرع النبوی-وبعضها خفی عن ادراک اهل الظاهر دون اهل الکشف والباطن-ومن لم یطلع علی المعنی المرام یجب علیه السکوت فی هذا المقام-ولقوله تعالٰی:(ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسؤولا)(سورة الاسراء:الأیة ۳۶)**)

(ردالمحتار:جلد چہارم:ص424-دارالفکر بیروت)

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے بعض کلمات کے معانی اہل ظاہر کے واسطے مخفی ہوتے ہیں۔اہل باطن کے لیے مخفی نہیں ہوتے ،پس ان نفوس عالیہ کے جو کلمات اہل ظاہر کے واسطے ناقابل فہم ہوں،ان سے سکوت اختیار کیا جائے۔

(5)علامہ شامی نے رقم فرمایا:(وللحافظ السیوطی رسالة سماها"تنبیه الغبی بتبرئة ابن عربی"–ذکر فیها ان الناس افترقوا فیه فرقتین–الفرقة المصیبة تعتقد ولایته والاخری بخلافها.

ثم قال:والقول الفصل عندی فیه طریقة،لا یرضاها الفرقتان–وهی اعتقاد ولایته وتحریم النظر فی کتبه–فقد نقل عنه انه قال:نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا وذلک ان الصوفیة تواطؤوا علی الفاظ اصطلحوا علیها وارادوا بها معانی غیر المعانی المتعارفة منها بین الفقهاء–فمن حملها علی معانیها المتعارفة،کفر–نص علی ذلک الغزالی فی بعض کتبه وقال:انه شبیه بالمتشابه فی القرآن والسنة کالوجه والعین والاستواء.

واذا ثبت اصل الکتاب عنه فلا بد من ثبوت کل کلمة لاحتمال ان یدس فیه ما لیس منه من عدو او ملحد او زندیق–وثبوت انه قصد بهذه الکلمة المعنی المتعارف–وهذا لا سبیل الیه–ومن ادعاه،کفر–لانه من امور القلب التی لا یطلع علیها الا اللّٰہ تعالیٰ.

وقد سأل بعض اکابر العلماء بعض الصوفیة:ما حملکم علی انکم اصطلحتم علی هذه الالفاظ التی یستشنع ظاهرها،فقال:غیرة علی طریقنا هذا،ان یدعیه من لا یحسنه ویدخل فیه من لیس اهله.

والمتصدی للنظرفی کتبه او اقرائها لم ینصح نفسه ولا غیره من المسلمین–ولا سیما ان کان من القاصرین عن علوم الظاهر،فانه یَضِلُّ ویُضِلُّ–وان کان عارفا فلیس من طریقتهم اقرار المریدین لکتبهم–ولا یؤخذ هذا العلم من الکتب–اه،ملخصا)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص424-دارالفکر بیروت)

حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی خاص اصطلاحات ہیں۔ان کے کلمات کی تاویل وتشریح ان خاص اصطلاحات کی روشنی میں کی جائے گی۔اگر دیگر اصطلاحوں کے اعتبار سے کوئی اعتراض ہوتو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا،کیوں کہ حضرات اولیائے کرام اپنی اصطلاح کے مطابق کلام فرماتے ہیں۔

(6)امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(**وبعضهم يقول:العالم قديم والكفار لا يعذبون فى جهنم-قلت:من اين لك هذا؟ فقال:صرح به الشيخ محى الدين بن عربى-فانظر كيف فهم عبارة الشيخ علىٰ ظاهرها واعتقد ذلك-وما درى الجاهل المغرور ان المراد بها غير ذلك كما صرح به الشيخ فى بعض كتبه-ولقد قال قدس الله سره ونور ضريحه: نحن قوم تحرم المطالعة فى كتبنا الا لعارف باصطلاحنا-فانظر كيف هذا نص صريح من الشيخ بتحريم المطالعة على هؤ لاء الجهلة المغرورين المستهزئين بالدين**)(الفتاوی الحدیثیہ:ص40-دارالفکر بیروت)

ایک شخص نے حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے کلام سے یہ سمجھ لیا کہ دنیا قدیم ہے اور کافروں کو جہنم میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔امام ہیتمی نے فرمایا کہ حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام کے ظاہری مفاہیم مراد نہیں ہوتے۔

حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ والرضوان نے خود ہی فرمایا کہ ہم ایسی قوم ہیں کہ ہماری کتابوں کا مطالعہ صرف اسی کے لیے جائز ہے جو ہماری اصطلاحات سے واقف وآشنا ہو۔دوسروں کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ حرام ہے۔

(7)امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(**ان اليافعى وابن عطاء الله**

وغيـرهما صرحوا بولاية ابن عربی–وان اللفظ المصطلح عليه حقيقة عند اهـلـه فيما اصطلحوا عليه–وان العارف اذا استغرق فی بحار التوحيد ربما صدرت عنه عبارات توهم الحلول والاتحاد–ولا حلول ولا اتحاد)

(الفتاوی الحدیثیہ :ص38-دارالفکر بیروت)

عارفین وسالکین سے بعض ایسے کلمات صادر ہوتے ہیں جن سے حلول واتحاد کا وہم ہوتا ہے،لیکن یہ ان کی مراد نہیں ہوتی۔ان نفوس عالیہ کے کلمات ان کی اصطلاح کے مطابق ہوتے ہیں،لہٰذا ان کی اصطلاحات کا لحاظ کیا جائے گا۔

اولیائے کرام کی ناقابل فہم کتابوں کا مطالعہ ممنوع

امام ابن حجر ہیتمی شافعی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کے مطالعہ سے عام لوگوں کو منع فرمایا،کیوں کہ وہ ان کی فہم سے بالاتر ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(وامـا مـطـالـعة كتبـه رضی اللّٰہ عنه فينبغی للانسان ان يعرض عنها بكل وجه امكنه–فانها مشتمله علٰی حقائق يـعسـر فهـمهـا–الاعلی العارفين المتضلعين من الكتاب والسنة المطلعين عـلٰی حقائق المعارف وعوارف الحقائق فمن لم يصل لهذه المرتبة يخشی عـلـيـه مـنهـا مزلة القدم والوقوع فی مهامه الحيرة والندم كما شاهدناه فی اناس جهال ادمنوا مطالعتها فخلعوا ربقة الاسلام والتكليفات الشرعية من اعـنـاقهـم وافـضـی بهـم الـحـال الـی الـوقوع فی شرک الشرک الاكبر فخسروا الدنيا والاٰخرة–ذلک هوالخسران المبين.

وايـضًـا فـفـی تـلـک الـكـتـب مواضع عبر عنها بما لا يطابقه ظواهر عبـاراتهـا اتـكـالًا علٰی اصطلاح مقرر عند واضعها فيفهم مطالعها ظواهرها

الغير المرادة فيضل ضلالا مبينا-وايضًا ففيها امور كشفية وقعت حال غيبة واصطلام وهذا يحتاج الى التاويل-وهو يتوقف علىٰ اتقان العلوم الظاهرة،بل والباطنة-فمن نظر فيها وهو ليس كذلک،فهم منها خلاف المراد فضل واضل-فعلم ان مجانبة مطالعتها رأسا اولىٰ-فان العارف لا يحتاج اليها الا ليطابق بما فيها ما عنده-وغيره ان لم تضره،ما نفعته)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص210-دارالفکر بیروت)

اولیائے کرام کی اصطلاحات خاصہ کا استعمال ممنوع

حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی خاص اصطلاحات کا استعمال دوسروں کو ممنوع ہے، کیوں کہ عدم فہم کی وجہ سے مفاسد درپیش ہوں گے۔اسی مقصد کے پیش نظر علمائے اسلام نے صوفیائے کرام کی خاص اصطلاحات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ ممنوع قرار دیا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے تحریر فرمایا:

(ویتردد النظر فیمن تکلم باصطلاحهم المقرر فی کتبهم قاصدا له مع جهله به والذی ینبغی،بل یتعین وجوب منعه منه،بل لو قیل بمنع غیر المشتهر بالتصوف الصادق من التکلم بکلماتهم المشکلة الا مع نسبتها الیهم غیر معتقد لظواهرها،لم یبعد لان فیه مفاسد لا تخفی)

(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی:جلدنہم:ص97-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اس سے متعلق فیصلہ میں تردد ہوتا ہے جو اولیائے کرام کی کتابوں میں ثابت شدہ اصطلاح کو ان سے ناآشنا ہوتے ہوئے قصداً استعمال کرے،اور جو مناسب ہے، بلکہ اس کو اس سے روکنے کا وجوب متعین ہے، بلکہ یہ بعید نہیں کہ اگر تصوف صادق میں غیر مشہور شخص کو اولیا کے مشکل کلمات کے تکلم سے ممانعت کا قول کیا جائے ،مگر اولیائے کرام کی

جانب نسبت کرتے ہوئے ،ان کلمات کے ظاہری مفہوم کا اعتقاد کیے بغیر،اس لیے کہ اس (کے تکلم میں) میں بہت سے مفاسد ہیں جو مخفی نہیں۔

یہاں دو امر ہیں:

(1) شطحیات اولیائے کرام سے استدلال

(2) اصطلاحات صوفیائے کرام کا استعمال

حضرات اولیائے کرام کی شطحیات سے استدلال درست نہیں ۔ان شطحی کلمات کو دلیل بنا کر کوئی دوسرا بھی اسی قسم کا کلام کہے تو وہ حکم شرع سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم سے یہ کلمات حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں اور حالت سکر میں حضرات اولیائے کرام غیر مکلّف ہوتے ہیں،اس لیے ان پر حکم شرع وارد نہیں ہوگا، جیسے بے ہوش یا مجنوں پر حکم شرع وارد نہیں ہوتا۔

شطحیات کی طرح حضرات صوفیائے کرام کی خاص اصطلاحات کا استعمال بھی دوسروں کے لیے ممنوع ہے۔ان میں سے بعض اصطلاح کے معانی بظاہر شریعت کے خلاف ہیں۔جب غیر صوفیا اس کا استعمال کریں گے تو اس سے عام اصطلاح کی جانب ذہن متبادر ہوگا اور استخفاف بالدین یا اسی قسم کا کوئی فساد ظاہر ہوگا ،اس لیے اولیائے کرام کی خاص اصطلاحات کا استعمال دوسروں کے لیے ممنوع ہے۔

حالت سکر اور حالت صحو کے احکام

حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بعض اقوال حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں ۔حالت سکر میں وہ معذور ہوتے ہیں ۔ان پر حکم کفر ثابت نہیں ہوتا۔ حالت سکر کے اقوال پر حکم کفر عائد کرنا یہ صحیح نہیں۔شطحیات سے متعلق علمائے اسلام کے بعض اقوال مندرجہ ذیل ہیں ۔علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے ان امور

کو بیان فرمایا، جن کا اثر ایمان پر نہیں ہوتا اور ان کے سبب ایمان زائل نہیں ہوتا۔

(1) امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: (وَشَطْحُ وَلِیٍّ حَالَ غَیْبَتِہٖ–اَوْ تاویلہ بما هو مصطلح علیه بینهم وَاِنْ جَهِلَه غَیْرُهم–اِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَیْهِ حقیقةٌ عند اهلِه–فَلَا یعترض علیهم بمخالفته لاصطلاح غیرهم–کَمَا حَقَّقَه اَئِمَّةُ الکلام وغیرهم–وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ کثیرون فی التهویل علٰی محققی الصوفیة بما هم برئیون منه) (تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی: جلد نہم: ص 97-دارالفکر بیروت)

حالت سکر میں اولیائے کرام اپنی ذات اور اپنے وجود سے غافل ہوجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان سے کوئی قابل گرفت قول صادر ہوتو اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ حضرات اولیائے کرام جب حالت سکر وحالت غیبت میں کوئی قبیح قول کہتے ہیں تو وہ حالت صحو میں اس کا علم ہونے کے بعد اس کا ردوانکار کرتے ہیں، اور توبہ کرتے ہیں۔

حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز نے بھی حالت صحو میں اپنے قابل اعتراض اقوال سے بار بار توبہ کی، یہاں تک کہ قتل سے قبل بھی انہوں نے توبہ کی تھی، لیکن کفریہ کلمات کی تکرار اور بار بار صدور کفر کے سبب آخری مرتبہ فقہائے مالکیہ نے اس توبہ کو قبول نہیں فرمایا، اور قتل کا حکم جاری فرمایا۔ علامہ قاضی عیاض مالکی کی کتاب الشفا (جلد دوم: ص 298)، علامہ شہاب الدین خفاجی کی نسیم الریاض شرح شفا (جلد چہارم: ص 537) اور ملا علی قاری حنفی کی شرح شفا (جلد چہارم: ص 537) میں اس کی تفصیل ہے۔

(2) امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا:

(وسئل نفع اللّٰہ به: ما معنی قول الحلاج: أنا الحق.

وقول أبی یزید: سبحانی سبحانی؟ .

فأجاب بقوله: للعارفین رضی اللّٰہ عنهم ونفعنا بعلومهم وأسرارهم

ولحظاتهم أوقات يغلب عليهم فيها شهود الحق تعالىٰ بعين العلم والبصيرة–فإذا تم لهم ذلک الشهود ذهلوا حتى عن نفوسهم ولم يبق لهم شعور بغير الحق تعالىٰ–فحينئذ يتكلمون علىٰ لسان القرب الأقدس الذى منحوه المشار إليه بقوله تعالى: (فإذا أحببته صرت سمعه وعينه ويده ورجله) الحديث–ويثبتون لأنفسهم بطريق الإيهام لا بطريق الحقيقة ما أثبته الحق لنفسه–لا بمعنى الإتحاد الذى هو عين الكفر والإحاد–وحاشا هم اللّٰه عنه بل بمعنى اتحاد الشهود الذى صير الحكم ليس إلا لذات الحق تعالىٰ وتقدس.

فقوله أنا الحق أو سبحانى، معناه قد تجلى على الحق بشهوده حتى صرت كأنى هو–وهذا كله إن صدر عنه فى حالة الصحو–وأما إذا صدر عنهم ذلک فى حالة الغيبة فهو من الشطحات التى لا حكم لها–إذ لا يحكم إلا على ما تلفظ به صاحبه فى حال الصحو والإختيار–وأما ما تلفظ به فى حيز الصحو والغيبة فلا يدار عليه حكم ألبتة–ومن ذلک أيضا قول أبى يزيد: ما فى الجبة غير اللّٰه–فإن كان فى حال الصحو كان معناه مثل ما مر أولا–وإلا فلا معنى له، فلا يدار عليه حكم–واللّٰه أعلم .

(الفتاوی الحدیثیہ: ص 214- دار الفکر بیروت)

اگر حضرات اولیائے کرام سے حالت سکر میں بظاہر قابل اعتراض کلمات صادر ہوں تو وہ شطحیات کے قبیل سے ہیں۔ ان پر شرعی حکم عائد نہیں ہوتا۔ اسی طرح صحو وسکر کی مخلوط حالت میں بھی کوئی کلمہ صادر ہو تو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ حضرات اولیائے کرام کی وہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ جس کا ذکر حدیث نبوی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے

محبت فرماتا ہےتو اس کی آنکھ، کان وغیرہ ہوجاتا ہے،یعنی آنکھ، کان بندے کا ہوتا ہے، لیکن دیکھنا سننا خدا کا ہوتا ہے، پس ایسی کیفیت میں زبان بندے کی ہوتی ہے اور بولنا خداتعالیٰ کا ہوتا ہے۔اس کیفیت میں بندۂ مقرب جو کچھ بولتا ہے، وہ شجر موسیٰ کی مثل ہوجاتا ہے۔

(3)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(**ما وقع لهم رضوان اللّٰه عليهم من الشطحات للائمة العلماء العارفين الحكماء الذين حماهم اللّٰه بالسلامة من حرمان الانكار ومن عليهم بالاعتقاد فى اوليائه وحمل ما صدر عنهم على احسن المحامل واقومها عنها اجوبة مسكتة وتحقيقات مبهتة-لا يهتدى اليها الا الموفقون ولا يعرض عنها الا المخذولون**)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص223-دارالفکر بیروت)

قول (چشتی رسول اللہ) کی تشریح

حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''درفوائدالسالکین آوردہ است کہ خواجہ معین الدین چشتی فرمودہ قدس سرہٗ، کہ من بخدمت شیخ یوسف چشتی قدس سرہ حاضر بودم کہ مردے بہ نیت بیعت درآمد وسر درقدم خواجہ نہاد، گفت بہ بیعت آمدم۔ خواجہ درحالتے بود وگفت:اگر بگوئی''لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ''، ترا مرید بگیرم۔ چوں آں مرد راسخ وصادق بود، اقرار کرد، وخواجہ اورا دست داد وبہ نعمت مشرف گردانید۔بعدہ گفت:بشنو،من کیستم؟ وچہ کس باشم؟ یکے از بندگان رسول ہستم۔کلمہ ہماں است، اما برائے کمالیت تو وآزمائش اعتقاد وصدق تو امتحان کردم''۔

(سبع سنابل:ص133-مطبع نظامی کانپور)

حضرات صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے اقوال میں تحریف ہوئی ہے۔فوائد السالکین میں اس کے علاوہ بھی متعدد تحریفات ہیں۔حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ

العزیز نے اس واقعہ کو فوائد السالکین سے نقل کیا ہے، نیز اس عبارت میں صراحت ہے کہ یہ قول حالت سکر میں صادر ہوا، جیسا کہ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''خواجہ درحالتے بود''۔ حالت سکر میں حضرات اولیائے کرام سے جو خلاف شرع امر صادر ہو، اس پر مواخذہ نہیں۔ اس حالت میں وہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھتے، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ''سبحانی ما اعظم شانی'' حالت سکر میں واقع ہوا۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی کا قول ماقبل میں نقل ہوا کہ حالت سکر میں صادر ہونے والے اقوال پر مواخذہ نہیں ہوتا اور کفریہ کلام صادر ہو تو حکم کفر عائد نہیں ہوتا۔

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: (وَشَطْحُ وَلِیٍّ حَالَ غَیْبَتِہٖ–اَوْ تاویله بما هو مصطلح علیه بینهم وَاِنْ جَهِلَه غَیْرُهم–اِذِاللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَیْهِ حقیقةٌ عند اهلِه–فَلَایعترض علیهم بمخالفته لاصطلاح غیرهم–کَمَا حَقَّقَه اَئِمَّةُ الکلام وغیرهم–وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ کثیرون فی التهویل علٰی محققی الصوفیة بما هم برئیون منه) (تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی: جلد نہم: ص 97- دارالفکر بیروت)

حالت سکر میں جو خلاف شرع امر صادر ہو، حالت صحو میں حضرات اولیائے کرام اس کا انکار کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار منقول ہے۔ یہاں بھی حضرت خواجہ یوسف چشتی قدس سرہ سے انکار منقول ہے۔

شطحیات اولیا سے استدلال جائز یا ناجائز؟

ہر عہد کی طرح عصر حاضر میں بھی مختلف حقائق کی غلط تشریحات کی جارہی ہیں۔ حضرات اولیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے بظاہر قابل اعتراض الفاظ وکلمات کی مختلف حیثیات ہیں۔ ارباب علوم عقلیہ کے یہاں مشہور مقولہ ہے:

(لولا الاعتبارات لبطلت الحکمة)

یعنی اگر اعتبارات ملحوظ نہ رکھے جائیں تو علم وحکمت ذخیرۂ اباطیل بن کر رہ جائے۔

حضرات اولیائے کرام کے کلمات کی تحقیق یا ان سے استدلال کے وقت مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

اول : منسوب الیہ کی جانب اس قول کی نسبت صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نسبت غلط ہے تو اس کو محل استدلال میں پیش کرنا غلط ہے۔متعدد اولیائے کرام اور علمائے دین کے کلام میں الحاق وتحریف ثابت ہے،اس لیے اولاً متکلم کی جانب کلام کی نسبت کی تحقیق کی جائے۔

دوم: اگر نسبت صحیح ہے تو وہ کلام حالت سکر میں صادر ہوا، یا حالت صحو میں؟

اگر وہ قول حالت سکر میں صادر ہوا تو اس سے استدلال درست نہیں۔

سوم: اگر کلام حالت صحو میں صادر ہوا،اور صوفیائے کرام کی اصطلاح کے مطابق اس کلام کا مفہوم درست ہے تو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

(الف)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے شطحیات اولیائے کرام سے متعلق تحریر فرمایا:((**اوقول کفر)عن قصد ورَوِیَّۃٍ کما یُفْہِمُہ قولہ الاٰتی استہزاء-الخ،فلا اثر لسبق لسان او اکراہ واجتہاد وحکایۃ کفر،لکن شرط الغزالی ان لایقع الا فی مجلس الحاکم-وفیہ نظر بل ینبغی انہ حیث کان فی حکایتہ مصلحۃ جازت،وَشَطْحِ وَلِیٍّ حالَ غَیْبَتِہٖ-اَوْ تاویلِہ بما ھو مصطلح علیہ بینھم وَاِنْ جَھِلَہ غَیْرُھم-اِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَیْہِ حقیقۃٌ عند اھلِہ-فَلا یعترض علیھم بمخالفتہ لاصطلاح غیرھم-کَمَا حَقَّقَہ اَئِمَّۃُ الکلام وغیرھم -وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ کثیرون فی التھویل علیٰ محققی الصوفیۃ بما ھم برئیون منہ)**

(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی: جلدنہم:ص97-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: یا کفر کا قول کرنا قصد وارادہ کے ساتھ، جیسا کہ اسی کو بتا تا ہے ماتن کا آنے والا قول ''استہزاءً، الخ''، پس کوئی اثر نہیں ہوگا (ایمان کے زائل ہونے میں) سبقت لسانی، یا اکراہ واجبار اور کفریہ قول کی حکایت کرنے کا، لیکن امام غزالی نے شرط لگائی کہ نقل کفر صرف حاکم کی مجلس میں واقع ہو، اور اس میں اعتراض ہے، بلکہ مناسب ہے کہ جہاں اس کی حکایت میں مصلحت ہو، وہاں حکایت ونقل جائز ہے، اور کوئی اثر نہیں ہوگا حالت سکر میں ولی کے شطح یا ان کی اصطلاح کے مطابق اس کی تاویل کا، اگر چہ دیگر حضرات اس سے ناواقف ہوں، اس لیے کہ اصطلاحی لفظ کی اہل اصطلاح کے یہاں ایک حقیقت ہے، پس ان پر غیر اولیا کی اصطلاح کی مخالفت کی وجہ سے اعتراض وارد نہیں ہوگا، جیسا کہ ائمہ متکلمین ودیگر علما نے اس کو ثابت فرمایا۔ اسی وجہ سے محققین صوفیا پر حکم جاری کرنے میں بہت سے حضرات کا قدم پھسل گیا، جس سے وہ بری ہیں۔

(ب) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا: **(وما نقل عن بعض الصوفية قَدَّسَنَا اللّٰه تعالٰی باسرارهم–مِنْ قِدَمِ العرش او الكرسی–فَعَلٰی تقدير ثبوته منهم مؤولٌ كَمَا بَيَّنَه المولَى الْعَارف باللّٰه تعالٰی سيدی عبد الغنی النابلسی قدس اللّٰه القدسی فی الحديقة الندية–وَقَدْ زَلَّت ههنا قدم الحسن جلبی فی حاشية شرح المواقف فَلْيَتَنَبَّهْ– نَسْاَلُ اللّٰهَ العفو والعافية)**

(المعتمد المستند: ص 213-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: جو بعض صوفیائے کرام سے عرش یا کرسی کا قدیم ہونا منقول ہے، تو ان حضرات سے اس کے ثبوت کو مان لینے پر یہ قابل تاویل ہے، جیسا کہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے ''الحدیقۃ الندیہ'' میں بیان فرمایا اور شرح مواقف کے حاشیہ میں اس مقام پر علامہ حسن چلپی کا قدم پھسل گیا، پس اس پر آگاہ ہو جاؤ،

ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگذر اور عافیت طلب کرتے ہیں۔

چہارم: حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے بعض کلمات متشابہات کے قبیل سے ہوتے ہیں۔ دراصل جس مقام پر وہ فائز ہوتے ہیں، کبھی الفاظ وعبارات ان احوال کی تعبیر سے قاصر ہوتے ہیں۔ وہ جو الفاظ استعمال کرتے ہیں، ان سے بظاہر خلاف شرع کا وہم ہوتا ہے، اس لیے ایسے الفاظ وعبارات سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(الف) علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

(ان ما وقع فی کلمات بعض المتقدمین والمتأخرین من ائمة الصوفیاء مما یُوْہِمُ حُلُوْلًا وَ اِتِّحَادًا،لیس مرادھم ذلک)

(الفتاوی الحدیثیہ :ص239-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: بعض متقدمین ومتاخرین ائمہ صوفیائے کرام کے کلمات میں جو حلول واتحاد کا وہم پیدا ہوتا ہے، وہ ان کی مراد نہیں ہے۔

(ب) علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

(وَحِینَئِذٍ رُبَّمَا یَصْدُرُ عَنِ الْوَلِیِّ عِبَارَاتٌ تُشْعِرُ بِالْحُلُوْل اَوِ الْاِتِّحَادِ-لِقُصُوْرِ الْعِبَارَۃِ عَنْ بَیَانِ تِلْکَ الْحَالِ -وَبُعْدِ الْکَشْفِ عَنْھَا بِالْمِثَالِ)

(الفتاوی الحدیثیہ :ص240-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: اس وقت ولی سے کبھی ایسی عبارتیں صادر ہوتی ہیں جو حلول یا اتحاد کو ظاہر کرتی ہیں، عبارت کے ان احوال کو بیان کرنے سے قاصر ہونے کے سبب اور مثال سے ان احوال کی وضاحت کے بعید ہونے کے سبب۔

(ج) علامہ شامی نے رقم فرمایا: **(وللحافظ السیوطی رسالة سماھا"تنبیه الغبی بتبرئة ابن عربی"-ذکر فیھا ان الناس افترقوا فیه فرقتین-الفرقة**

المصيبة تعتقد ولايته والاخرى بخلافها.

ثم قال:والقول الفصل عندی فيه طريقة،لا يرضاها الفرقتان-وهی اعتقاد ولايته وتحريم النظر فی كتبه- فقد نقل عنه انه قال:نحن قوم يحرم النظر فی كتبنا وذلک ان الصوفية تواطؤوا علی الفاظ اصطلحوا عليها وارادوا بها معانی غير المعانی المتعارفة منها بين الفقهاء-فمن حملها علی معانيها المتعارفة،كفر-نص علی ذلک الغزالی فی بعض كتبه وقال:انه شبيه بالمتشابه فی القرآن والسنة كالوجه والعين والاستواء.

واذا ثبت اصل الكتاب عنه فلا بد من ثبوت كل كلمة لاحتمال ان يدس فيه ما ليس منه من عدو او ملحد او زنديق-وثبوت انه قصد بهذه الكلمة المعنی المتعارف-وهذا لا سبيل اليه-ومن ادعاه،كفر-لانه من امور القلب التی لا يطلع عليها الا اللّٰه تعالیٰ.

وقد سأل بعض اكابر العلماء بعض الصوفية:ما حملكم علی انكم اصطلحتم علی هذه الالفاظ التی يستشنع ظاهرها،فقال:غيرة علی طريقنا هذا،ان يدعيه من لا يحسنه ويدخل فيه من ليس اهله.

والمتصدی للنظر فی كتبه او اقرائها لم ينصح نفسه ولا غيره من المسلمين-ولا سيما ان كان من القاصرين عن علوم الظاهر،فانه يَضِلُّ ويُضِلُّ-وان كان عارفا فليس من طريقتهم اقرار المريدين لكتبهم-ولا يؤخذ هذا العلم من الكتب-اھ،ملخصا)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص 424-دارالفکر بیروت)

پنجم: اگرحالت صحو میں وہ کلام صادر ہوا،اوراصطلاحات صوفیا کے مطابق بھی

اس کی صحیح توضیح نہیں ہوسکتی ہے تو ان کے ظاہری حالات یعنی اتباع شرع، تقویٰ اور طاعت خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دیکھ کر یہی حکم دیا جائے گا کہ قلت توجہ کے سبب ایسا کلام صادر ہوا۔ اب ایسی لغزشوں اور خطاؤں میں اولیا یا علما کی تقلید نہیں کی جائے گی۔ لاشعوری طور پر کبھی کفریہ کلمات بھی صادر ہو جاتے ہیں۔ ایسے مراحل میں محققین کو خود اپنی تحریروں کے عیوب پر اطلاع نہیں ہو پاتی۔ ایسی صورت میں قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

(1) علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) نے تحریر فرمایا:

(من یلزمه الكفر ولایعلم به لیس بکافر) (شرح المواقف: ص 556)

ترجمہ: جسے کفر لازم ہو، اور اسے اس کا علم نہ ہو تو وہ کافر نہیں۔

(2) امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا: (لا یکفر اذا لم یعلم بان اللازم کفر) (الیواقیت والجواہر: جلد دوم: ص 123: مصر)

ترجمہ: جب لزوم کفر کا علم نہ ہو تو مرتکب کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

مابعد والوں کی نظر میں جب ایسی عبارتیں آتی ہیں تو بعض لوگ قلت علم کے سبب اس خطا کو دلیل بنا لیتے ہیں، حالاں کہ اگر خود متکلم ومحقق موجود ہوتے، اور انہیں اپنے کلام میں خطا پر اطلاع ہو جاتی تو وہ اس سے رجوع کر لیتے۔ قلت توجہ کے سبب لغزش وخطا ممکن ہے، لیکن خطا کے علم وادراک کے بعد اس پر اصرار کے سبب حکم شرع نافذ ہوگا۔ عدم علم تک ہی معذور قرار دیئے جائیں گے۔

اسی طرح کوئی جاہل مسلمان کسی ضروری دینی کا انکار عدم علم کے سبب کر دے تو وہ معذور ہوگا، لیکن اگر بہت سے لوگوں نے اسے بتا دیا، اور وہ ضروری دینی اس کی نظر میں متواتر اور یقینی ہوگیا تو اب اس انکار کے سبب حکم کفر نافذ ہوگا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے اولیائے کرام سے متعلق رقم

فرمایا کہ حالت سکر میں خلاف شرع کلمات کے صدور پر حضرات اولیائے کرام کی تعزیر بھی نہیں کی جائے گی، تکفیر تو بہت دور کی بات ہے، کیوں کہ حالت سکر میں وہ غیر مکلّف ہوتے ہیں۔اسی طرح زوال عقل کے سبب مجنوں پر بھی حکم شرع نافذ نہیں ہوتا۔حکم شرع کے نفاذ کے لیے عاقل وبالغ ہونے کی شرط مشہور ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے تحریر فرمایا:(**لانہ ان کان غائبا فھو غیر مکلف لا یعزر کما لو اُوِّلَ بمقبول والا فھو کافر**)

(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی: جلد نہم:ص97-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اس لیے کہ اگر ولی حالت سکر میں ہوتو وہ غیر مکلّف ہے،ان کی تعزیر نہ کی جائے گی،جیسا کہ اگر تاویل مقبول پیش کی جائے،ورنہ وہ کافر ہے۔

اگر کسی ولی سے حالت غیبت یعنی حالت سکر میں کوئی کفریہ کلام صادر ہوا تو ان سے مواخذہ نہیں ہوگا۔اسی طرح اگر حالت صحو میں کوئی قابل اعتراض کلام صادر ہوا،اور انہوں نے مقبول تاویل پیش کردی تو بھی حکم کفر عائد نہیں ہوگا۔

ختم الاولیا میں منکرین اولیا کے بارے میں مرقوم ہے:(**فما لک یا مسکین واتعرض لحرمۃ الاولیاء-انت رجل عبد نفسہ،لم تتخلص من غمۃ الھوی-فضلا عن الھوی-ولکن ھواک راجع الیک-فانت فی علائق النفس والوساوس مأسور-فاحذر ان تدخل فی منازل الاولیاء وکلامھم-فانت لست من علمھم فی شیء**) (ختم الاولیا:ص398-مطبعہ کاثولیکیہ بیروت)

حالت سکر کے کلمات سے حالت صحو میں انکار

حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے حالت سکر میں جو غیر شرعی امور صادر ہوتے ہیں،وہ حالت صحو میں ان امور کا انکار کرتے ہیں اور غلط کو غلط ہی قرار دیتے

ہیں۔حضرت سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز نے حالت صحو میں اپنے قابل اعتراض کلمات کو غلط کہا اور توبہ کی۔

واضح رہے کہ حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حالت سکر میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں ہوتے ہیں، جس طرح نابالغ بچہ عقل کامل نہ ہونے کے سبب شرعی احکام کا مکلّف نہیں ہوتا۔اسی طرح فقدان عقل کے سبب مجنوں اور بے ہوش بھی احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہوتے۔جب اولیائے کرام حالت صحو میں ان غیر شرعی امور کا انکار کر دیں جو ان سے حالت سکر میں صادر ہوئے ہیں تو یہی انکار ان کے حق میں توبہ ورجوع کی منزل میں ہوگا۔ایسے مواقع پر اولیائے کرام شجر وادی طور کی منزل میں ہوتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے حالت صحو میں اپنے قول (سبحانی ما اعظم شانی) کا انکار کیا اور فرمایا کہ وہ کلام فرماتا ہے، جس کی یہ شان ہے۔

عظیم متکلم اسلام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''شیخ الانبیا خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاو مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:(**بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم**) ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ولی کس منہ سے دعوی ارفعیت کرے گا اور جو کرے، حاشا ولی نہ ہوگا، شیطان ہوگا۔حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہی ہوتے ہیں۔سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا:(**یٰمُوْسٰی انی انا اللہ رب العلمین**) اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں، رب سارے جہاں کا۔کیا یہ پیڑ نے کہا تھا۔حاشا للہ! بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی، اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔

کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں۔ نہیں نہیں، وہ ضرور تجلی ربانی تھی۔ کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا۔ اسی نے وہاں فرمایا: (**یٰمُوْسٰی انی انا اللّٰہ رب العلمین**) اسی نے یہاں بھی فرمایا: (**سبحانی ما اعظم شانی**) اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ (**لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم**) بے شک لوائے الٰہی لوائے محمدی سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے، اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے، بلاشبہہ اللہ قادر ہے۔

اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہو چکا۔ ظاہر بینوں، بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ (**سبحانی ما اعظم شانی**) کہا کرتے ہیں۔ فرمایا: حاشا! میں نہیں کہتا۔ کہا: آپ ضرور کہتے ہیں، ہم سب سنتے ہیں۔ فرمایا: جو ایسا کہے، واجب القتل ہے۔ میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ جب مجھے ایسا کہتے سنو، بے دریغ خنجر ماردو۔ وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے، یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا کہ: (**سبحانی ما اعظم شانی**) مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے، میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ چاروں طرف سے خنجر لے کر دوڑے، اور حضرت پر وار کیے۔ جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا، خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا، دیکھا سب لوگ زخمی پڑے ہیں۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا، وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا: واللہ اعلم"۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص145-146- رضا اکیڈمی ممبئی)

حضرت حلاج اور توبہ کی عدم قبولیت

حضرت حلاج قدس سرہ العزیز نے بھی متعدد بار حالت سکر میں صادر ہونے والے غیر شرعی امور کا انکار کیا تھا۔یہی انکار توبہ ورجوع کی منزل میں ہے، نیز انہوں نے کئی بار توبہ بھی فرمائی تھی۔حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز نے اخیر وقت میں بھی قابل اعتراض امور کا انکار کیا تھا،اور توبہ کی تھی۔اس انکار اور توبہ کے باوجود ان کے لیے قتل کا حکم جاری ہوا۔اس امر کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت حلاج قدس سرہ العزیز سے بعض امور حالت سکر میں صادر ہوئے ،اسی طرح بعض امور حالت صحو میں بھی صادر ہوئے ۔ حالت صحو صادر ہونے والے قابل اعتراض امور کی تاویل تھی ،لیکن جب بار بار کفر صادر ہو،یعنی تکرار کفر ہوجائے تو توبہ کے باوجود مجرم کے قتل کا حکم متعدد فقہی مسالک میں موجود ہے،اسی لیے کفریہ کلمات کے انکار اور توبہ کے باوجود حضرت حلاج قدس سرہ العزیز کے لیے حکم قتل آیا،کیوں کہ ان سے کئی بار قابل اعتراض اقوال صادر ہو چکے تھے۔تکرار کفر کے سبب قتل کا حکم دیا گیا،کفر کا حکم نہیں۔

جس سے بار بار کفر وارتداد صادر ہو، پھر وہ توبہ ورجوع کرلے تو اس کی توبہ حکم آخرت کے اعتبار سے قبول کی جائے گی ،گرچہ بطور تعزیر اسے قتل کیا جائے۔حکم دنیا میں اس کی توبہ قبول نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سزا سے محفوظ نہیں ہوگا۔

علامہ ابن عبد البر مالکی نے رقم فرمایا:(**ومن ارتد مرارًا،قبل منه رجوعه الی الاسلام ابدًا**) (الکافی فی فقہ اہل المدینہ:باب حکم المرتد)

ترجمہ:جوکئی بار مرتد ہوجائے تو کفر وارتداد سے اسلام کی طرف اس کے رجوع کو ہمیشہ قبول کیا جائے گا۔

حضرت حلاج قدس سرہ العزیز نے آخری مرتبہ بھی توبہ کرلی تھی، پس حکم آخرت کے اعتبار سے ان پر کوئی اعتراض نہیں:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ

باب سوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کردیا گیا کہ حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کلام کی تشریح ان کی خاص اصطلاحات کے مطابق کی جائے گی، نیز جوان نفوس قدسیہ کی مصطلحات سے ناواقف وناآشنا ہو،اس کے لیے ان کی کتابوں کا مطالعہ حرام ہے۔اسی طرح شطحیات اولیائے کرام سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ۔اولیائے کرام کی ناقابل فہم عبارتوں کو متشابہات کے قبیل سے سمجھا جائے گا اور سکوت اختیار کیا جائے گا۔

ختم نبوت سے متعلق کتاب ''ختم الاولیا'' کی زیر بحث عبارت کی نسبت حضرت حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف متواتر نہیں، بلکہ حضرت حکیم ترمذی کی طرف مخطوطہ نسخوں کی نسبت بھی ان کی طرف متواتر وقطعی نہیں۔حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کتاب میں جابجا ختم نبوت سے ختم زمانی مراد لیا ہے اور ختم نبوت کو صفت مدح شمار فرمایا ہے، پھر وہ ختم نبوت کے متواتر معنی یعنی ختم زمانی کو احمقوں اور جاہلوں کی تاویل کیسے بتا سکتے ہیں۔شواہد سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ قابل اعتراض عبارت الحاقی ہے۔

بالفرض اگر مذکورہ قابل اعتراض عبارت کی متواتر نسبت بھی حکیم ترمذی کی جانب ہوتی تو بھی ہمیں اس کلام کو متشابہات کے قبیل سے مان کر سکوت اختیار کرنا ہوتا اور اس کلام سے استدلال کی اجازت نہیں ہوتی۔باب دوم وباب سوم ان احکام کی تفصیل مرقوم ہے۔

''ختم الاولیا''میں ختم زمانی کو ثابت کرنے والی عبارات درج ذیل صفحات میں ہیں:

(ص:436-421-358-344-343)

طارق انور مصباحی

17:شعبان المعظم 1443 مطابق 21:مارچ 2022= بروز: دوشنبہ

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1) البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ (بارہ رسائل)

(2) مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟ (خلیل بجنوری کے نظریات کا رد)

(3) ضروریات دین کی تعریفات (ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4) فرقہ وہابیہ: اقسام واحکام (مرتدین کے متعدد طبقات واحکام کا بیان)

(5) تحقیقات وتنقیدات (لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6) اعلامیہ (1443-2021) (امت مسلمہ کے نام ہدایت نامہ)

(7) معبودان کفار اور شرعی احکام (معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام)

(8) مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات (اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9) تاویلات اقوال کلامیہ (کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10) معروضات وتأثرات (رسالہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر'' پر معروضات)

(11) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر اول)

(12) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر دوم)

(13) ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر سوم)

(14) روشن مستقبل کے سنہرے خاکے

(15) تصاویر حیوانات: اقسام واحکام

(16) عرفانی نظریات کے حساس مقامات

(17) ہندو دھرم اور پیغمبر واوتار (مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم الاولیا کی عبارت کا تجزیہ وتبصرہ)

☆☆☆☆☆

میلاد مصطفوی اور ابولہب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی منانے پر اجر وثواب ملنے کا ایک اہم ثبوت یہ ہے کہ ابولہب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کیا، اس کی وجہ سے وہ کافر ہونے کے باوجود اجر وثواب کا مستحق ہوا، پھر مسلمان کیوں اجر وثواب کا مستحق نہیں ہوگا؟

﴿قَالَ عُرْوَةُ:وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِاَبِیْ لَهَبٍ كَانَ اَبُوْ لَهَبٍ اَعْتَقَهَا فَاَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اُرِيَهٗ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِيْبَةٍ قَالَ لَهٗ:مَاذَا لَقِيْتَ؟قَالَ اَبُوْلَهَبٍ:لَمْ اَلْقِ بَعْدَكُم غَيْرَ اَنِّیْ سُقِيْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعِتَاقَتِیْ ثُوَيْبَةَ﴾

(صحیح بخاری: ج ۲ باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم)

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھی۔ ابولہب نے اسے آزاد کردیا تھا۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلائی تھی، پس جب ابولہب مرگیا تو اس کے بعض اہل خانہ کو خواب میں ابولہب بری حالت میں دکھایا گیا تو انہوں نے اس سے دریافت کیا: تم نے کیا پایا؟ ابولہب نے کہا: میں نے تم لوگوں کے بعد اس کے علاوہ (کوئی بھلائی) نہیں پایا کہ مجھے اس (دو انگلیوں کے درمیان) میں سیراب کیا جاتا ہے، میرے ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے۔